کتاب شناسی: الفصول المہمۃ فی معرفۃ الائمۃ (علیہم السلام)

Bibliography: AL-FUSUL AL-MUHIMA FI-MA'RFAT AL-A'LMA

Syed Rameez-ul-Hassan Mosvi

Abstract:

In Islam, the love and affiliation to The Holy Prophet's adherence (Ahl al-Bayt) is very important. That is why Muslims have written so many books about the Ahl al-Bayt. Ibn Sabbagh's compilation of AL-FUSUL AL-MUHIMA FI-MA'RFAT AL-A'lMA is a very important book in this series. In this book, the Imams of Ahlul Bayt have been introduced in the light of the Statements and biography of the Holy Prophet while protecting the beliefs of Ahl-e-Sunnah.And in the light of the Qur'an and Hadith, the emphasis has been on adhering to the Ahl al-Bayt. This book is a valuable intellectual asset of the Nation of Islam which can be the basis of unity and solidarity among Muslims. This article gives a detailed introduction to this book.

***Key words**: Bibliography, Al-Fusul-Al-Muhima, Ibn Sabbagh, Ahl al-Bayt.*

خلاصہ:

اسلام میں رسول اکرم ﷺ اہل بیتؑ کی محبت اور ان کی تعلیمات سے وابستگی بہت اہمیت رکھتی ہے۔یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں نے اہل بیت اطہارؑ کے بارے میں کثرت کے ساتھ کتابیں تالیف کی ہیں۔ابن صباغ کی تالیف ''الفصول المہمہ فی معرفۃ الائمہ'' اس سلسلہ کی ایک انتہائی اہم کتاب ہے۔ اس کتاب میں اہل سنت عقائد کی حفاظت کرتے ہوئے رسول اکرم ﷺ کے فرامین اور سیرت کی روشنی میں ائمہِ اہل بیت کا تعارف کرایا گیا ہے۔اور قرآن وحدیث کی روشنی میں اہل بیت سے تمسک پر تاکید کی گئی ہے۔ یہ کتاب ملت اسلامیہ کا ایک ایسا قیمتی علمی سرمایہ ہے جو مسلمانوں کے درمیان وحدت ویکجہتی کی بنیاد بن سکتا ہے۔اس مقالہ میں اس کتاب کا تفصیلی تعارف پیش کیا گیا ہے۔

کلیدی کلمات: کتاب شناسی، الفصول المہمہ، ابن صباغ، ائمہ، اہل بیتؑ۔

تعارف

تمام اسلامی بنیادی منابع میں اہل بیت اطہار علیہم السلام کا مقام و مرتبہ خصوصی اہمیت کے ساتھ ذکر ہوا ہے۔ اس سلسلے میں قرآن اور کتب حدیث میں نبی اکرم ﷺ سے جو مستند روایات اور احادیث منقول ہیں، ان کو دیکھتے ہوئے ہر راسخ العقیدہ مسلمان اہل بیت اطہارؑ سے عقیدت اور محبت رکھنا اپنے ایمان کا حصہ سمجھتا ہے۔ مودت محمد وآل محمدؑ کے بغیر کسی بھی مسلمان کا ایمان مکمل نہیں ہوتا ہے۔ اسی لئے مسلمانوں کے دو بڑے مکتب فکر یعنی اہل تسنن اور اہل تشیع کے نزدیک اہل بیتؑ کی محبت اور ان کی تعلیمات سے وابستگی بہت اہمیت رکھتی ہے۔ اسی وابستگی اور عقیدت کی بنیاد پر ہر دو اسلامی مذاہب نے اہل بیت اطہارؑ کے بارے میں کثرت کے ساتھ کتابیں تالیف کی ہیں مکتب تشیع تو اپنے آپ کو اصول وفروع میں اہل بیت اطہارؑ سے ہی وابستہ اور اہل بیت سے ہی منقول شریعت کا پابند سمجھتا ہے۔ لیکن اہل سنت کا ایک بڑا طبقہ بھی اہل بیت اطہارؑ کو فقط اہل تشیع ہی کی میراث نہیں سمجھتا، بلکہ خود کو بھی خاندان نبوت کا محب و عقیدت مند قرار دیتا ہے۔ جس کا سب سے بڑا ثبوت اہل سنت علماء مؤرخین اور محدثین کی وہ عظیم تالیفات اور تصانیف ہیں جو انہوں نے صدیوں پہلے اہل بیت اطہارؑ اور ائمہ اثنا عشرؑ کے بارے میں لکھی ہیں۔ جن میں سے ایک کتاب مشہور اہل سنت عالم اور محدث ابن صباغ مالکی (متوفی ۸۵۵ھ) کی ''الفصول المہمۃ فی معرفۃ الائمۃ'' ہے۔ جو ہر دور میں شیعہ اور سنی اہل قلم کی توجہ کا مرکز رہی ہے۔

مؤلف کا تعارف

علی بن محمد بن احمد بن عبداللہ سفاقسی[1] المکّی المالکی، المعروف ''ابن صباغ'' ماہ ذی الحجہ ۷۸۴ھ کو مکہ مکرمہ کے ایک مشہور علمی و دینی خاندان میں پیدا ہوئے۔ اُن کا خاندان علم و دانش کے لحاظ سے پہلے ہی مشہور تھا، لیکن ابن صباغ نے اپنے علمی ذوق اور دینی لگاؤ کی وجہ سے اس خاندان کو تاریخ میں ثبت کردیا۔ اُن کی ۷۱ سالہ زندگی تحصیل علم اور دینی و علمی خدمات میں گزری اور آخر ماہ ذیقعدہ ۸۵۵ھ میں یہ عالم دین اور مسلمان موئرخ اس فانی دنیا سے رخصت ہوگیا۔[2] ابن صباغ کے شاگرد محمد بن عبدالرحمٰن السخاوی اپنے استاد کے بارے میں لکھتے ہیں: ''ابن صباغ ۷۸۴ھ میں مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے، وہیں پرورش پائی اُنہوں نے بچپن میں ہی قرآن کے علاوہ فقہ کی ایک کتاب اور الفیہ ابن مالک حفظ کرلی تھی۔ جب اُن کے اساتذہ عبدالرحمٰن الفاسی، عبدالوہاب بن العفیف الیافعی، جمال بن ظہیر، قریبۃ ابی السعود، سعد النووی، علی بن محمد بن ابی بکر الشیبی و محمد بن سلیمان بن ابی بکر البکری، نے اُن سے قرآن اور مذکرہ دونوں کتابیں سنیں تو اُنہیں اجازہ (نامہ) عطا کیا۔ اُنہوں نے علم فقہ عبدالرحمٰن البکری سے اور علم نحو جلال عبدالواحد المرشدی سے حاصل کیا۔[3] ابن

زبّارہ، نشر العرف میں لکھتے ہیں :''ابن صباغ کا تعلق علم ودانش میں ایک مشہور خاندان سے ہے۔[4] وہ ابن صباغ کی تالیفات کی ایک فہرست بھی لکھتے ہیں اور '' العقود اللؤلؤیة '' نامی کتاب کا ذکر بھی کرتے ہیں۔ اسی طرح ایک دوسری کتاب '' اللالی الثمنینة فی فضائل العترة الأمینة '' کو بھی ابن صباغ کی تالیفات میں سے شمار کرتے ہیں۔ ابن صباغ کے حالات زندگی لکھنے والوں کے بیانات سے پتا چلتا ہے کہ وہ قابل ذکر مسلمان علماء اور محققین میں سے تھے اور اپنی ذہانت و محنت کے بل بوتے پر بہت زیادہ علمی خدمات انجام دینے میں کامیاب ہوئے ہیں۔اب صباغ کی سب سے بڑی خصوصیت فکری حریت، عقل محوری اور حق پسندی تھی جس کا سب سے بڑا ثبوت اُن کی کتاب '' ا لفصول المهمة فی معرفة الائمة'' ہے۔جس میں اُنھوں نے بڑی جرائت اور شجاعت کے ساتھ اہل بیت اطہارؑ کے بارے میں حقائق لکھے ہیں۔

مؤلف کا مذہب و مسلک

اس میں کوئی شک نہیں کہ ابن صباغ ایک ایسے مالکی مذہب سنی عالم دین تھے ،جس نے بغیر کسی مذہبی تعصب کے ائمہ اہل بیتؑ کے بارے میں حقائق کو اپنی کتاب میں لکھا ہے۔اور بعض مقامات پر ائمہ طاہرینؑ کے متعلق بہت ہی خوبصورت تعبیرات اختیار کی ہیں اور اُن ذوات مقدسہ سے اپنی مودّت اور عقیدت کا اظہار کیا ہے۔ اُنھوں نے اس کتاب میں ائمہ اہل بیت علیہم السلام کے بارے میں اس طرح گفتگو کی ہے کہ اگر کوئی اُن کے مذہب ومسلک سے آگاہ نہ ہو اور مذہب اہل سنت کے عقائد سے بھی دقیق آگاہی نہ رکھتا ہو تو وہ اُنھیں یقیناً شیعہ اثنا عشری ہی سمجھے گا جیسا کہ بعض اہل سنت نے اُن کی طرف رافضی ہونے کی نسبت دی ہے۔ حاجی خلیفہ نے کشف الظنون میں لکھا ہے :''بعض نے ابن صباغ کو کتاب الفصول المہمہ کے پہلے جملات کہ وجہ سے رافضی کہا ہے جس میں اُنھوں نے کہا ہے :'' الحمد الله الذی جعل من صلاح هذه الامة نصب الامام العادل ''یعنی: حمد ہے اس خدا کی جس نے امام عادل کے نصب کو اس اُمت کی صلاح قرار دیا ہے۔[5] لیکن تاریخی کتابوں سے پتا چلتا ہے کہ ابن صباغ اہل بیت اطہارؑ سے محبت کرنے والے غیر متعصب راسخ العقیدہ سنی تھے، جسے آگے چل کر اسی کتاب میں موجود بعض مثالوں سے ثابت کیا جائے گا۔

ابن صباغ کا علمی مقام

ابن صباغ کا شمار مالکی مذہب کے بڑے علماء میں ہوتا ہے جنھوں نے فقہ،حدیث اور تاریخ کے بارے میں قابل قدر تالیفات یادگار چھوڑی ہیں جن کی وجہ سے وہ تمام مسالک کے علماء کی توجہ کا مرکز رہے ہیں۔ تمام سوانح نگاروں نے اُنہیں قدر کی نگاہ سے دیکھا ہے اور اُنہیں امام،علامہ اور فاضل جیسے القابات سے یاد کیا ہے۔ عبقات

الانوار کے مؤلف علامہ حامد حسین موسوی نیشاپوری لکھتے ہیں: ''ابن صباغ مالکی مکی متوفی ۸۵۵ ھ، معتبر مالکی اہل سنت فقہاء اور علماء میں سے ہیں۔اُن کی کتاب'' الفصول المهمة فی معرفة الائمة''اہل سنت کے نزدیک اُن کی معتبر کتابوں میں سے ہے۔[6] سیرۂ نبوی کے مؤلف حلبی نے[7]،اسی طرح سیرہ سمہودی کے مؤلف سمہودی[8] نے جواہر العقدین میں اور دوسرے اہل سنت علما نے جو کتابیں فضائل اہل بیت (علیہم السلام) کے بارے میں لکھی ہیں مثلاً حمزاوی (متوفی ۱۳۰۳ھ)،ابن صبان (متوفی ۱۲۰۶ھ)، شبلنجی (متوفی ۱۳۲۲ھ) وغیرہ نے اپنی کتابوں میں اُن سے استفادہ کیا ہے۔وہ نہ صرف فقہ اور اُصول فقہ میں ضروری مہارت رکھتے تھے،بلکہ فلسفہ وکلام، صرف نحو، تاریخ اور علوم قرآن میں بھی وسیع معلومات رکھتے تھے۔[9]

کتاب الفصول المهمة کے بارے میں تحقیق کرنے والے فاضل محقق سامی الغریری ابن صباغ کی شخصیت کے بارے میں لکھتے ہیں: كان الشيخ من اكابر المحققين الاعلام واعاظم علماء الاسلام كشافاً لمعضلات الدقائق بذهنه الثاقب، وفتّاحاً لمقفلات الحقائق بفهمه الثاقب---محترم الجانب من قبل اعاظم سائر المذاهب الاسلامية وينوّه عنه في مجالسهم ومحافلهم بكلّ اِجلال۔[10] یعنی شیخ (ابن صباغ) کا شمار دنیائے اسلام کے عظیم علماء اور محققین میں ہوتا ہے کہ جنہوں نے اپنی اعلیٰ ذہانت کے ساتھ بہت سی علمی مشکلات کو حل کیا ہے ---اُنہیں فریقین کے علماء کی طرف سے بہت زیادہ احترام اور قدر و منزلت کی نظر سے دیکھا گیا ہے اور وہ سب اپنی مجالس و محافل میں اُنہیں عزت واجلال کی نظر سے دیکھتے ہیں۔

ابن صباغ کے اساتذہ

جیسا کہ پہلے بھی کہا گیا ہے کہ ابن صباغ اپنی غیر معمولی استعداد کی وجہ سے بچپن میں ہی قرآن کریم حفظ کرنے میں کامیاب ہوگئے تھے۔اسی طرح''الفیّہ ابن مالک'' جیسی کتاب پر تسلط حاصل کر لیا تھا اور اصول فقہ و حدیث کے علاوہ خطاطی میں بھی مہارت حاصل کر لی تھی،اُنہوں نے جن اساتذہ سے علمی فیض حاصل کیا ہے اُن کے نام یہ ہیں:

۱۔ علّامہ الشریف عبدالرحمٰن الفاسی، ۲۔ الفاضل عبدالوہّاب بن العفیف الیافعی، ۳۔ جمال الدین بن ظہیرۃ، ۴۔ علامہ ابی السعود، ۵۔ علامہ سعد النووی، ۶۔ علامہ علی بن محمد بن ابی بکر الشیبی، ۷۔ علامہ محمد بن سلیمان بن ابی بکر البکری، ۸۔ علامہ الجلال عبدالواحد المرشدی، ۹۔ علامہ الزین المراغی۔اسی طرح اُنھوں نے بہت سی دوسری علمی شخصیات سے بھی کسب فیض کیا ہے۔[11]

ابن صباغ کی تالیفات

ابن صباغ کا شمار کثیر التالیف علماء میں ہوتا ہے۔اُن کی کچھ تالیفات مفقود ہو چکی ہیں لیکن جو باقی بچی ہیں اور دسترس میں ہیں اُن کی فہرست محقق سامی الغریری کے مقدمے سے بطور خلاصہ یہاں پیش کی جاتی ہے۔

۱۔ الفصول المهمة فی معرفة الائمة : جیسا کہ ان صفحات میں اسی کتاب کا تعارف پیش کیا جارہا ہے۔یہ کتاب امامیہ کے ”ائمہ اثنا عشر“ کے مناقب، حیات اور تاریخ کے بارے میں لکھی گئی ہے۔اور اس قدر اعلیٰ مطالب و مضامین پر مشتمل ہے کہ جس کی وجہ سے اس کتاب نے ہر دور میں اپنی تازگی و منزلت کو برقرار رکھا ہے اور ایک معتبر کتاب شمار ہوتی رہی ہے۔ہر زمانے میں مختلف مذاہب و مسالک کے محققین نے اس کتاب سے علمی استفادہ کیا ہے۔ دنیا کی مختلف لائبریریوں میں ” الفصول المهمة فی معرفة الائمة “کے مخوطات اور مطبوعہ نسخوں کی موجودگی بھی اس بات کی تائید کرتی ہے کہ گزشتہ سات صدیوں میں یہ کتاب علماء اور محققین کی توجہ کا مرکز رہی ہے۔اس کتاب کے محقق سامی الغریری نے اس کتاب پر اپنے مقدمے میں ۳۲ مخطوطات اور چند مطبوعہ نسخوں کو ذکر کیا ہے۔[12]

۲۔ العبر فمن شقّه النظر: یہ کتاب اسلامی معارف کے بارے میں لکھی گئی ہے۔جس میں مؤلف کی علمی و دینی معلومات میں وسعت نظر کو ظاہر کرتی ہے۔[13]

۳۔تحریر النقول فی مناقب اُمّنا حوّاء و فاطمة البتول : محقق کتاب کے بقول اس کتاب کا ایک نسخہ پیرس کی قومی لائبریری میں ۱۹۲۷ نمبر کے تحت موجود ہے۔

۴۔قصائد فی مدح امیر المؤمنین (علیه السلام): جیسا کہ اس کتاب کے نام سے ظاہر ہے یہ کتاب ابن صباغ کے اُن اشعار پر مشتمل ہے جو اُنھوں نے حضرت علی علیہ السلام کی مدح میں کہے ہیں۔ محقق کتاب کے مطابق اس کا ایک نسخہ صنعا یونیورسٹی کی لائبریری میں نمبر ۸ کے تحت ثبت ہے۔

کتاب الفصول المہمۃ فی معرفۃ الائمۃ کی اہمیت

اس کتاب کی اہمیت اس بات سے بھی عیاں ہوتی ہے کہ جب سے یہ کتاب لکھی گئی ہے اسی وقت سے تمام شیعہ و سنی علماء اور محققین کے نزدیک معتبر سمجھی گئی ہے اور تمام محققین اور مصنفین نے اس کو بطور منبع و مآخذ استعمال کیا ہے۔بعض نے تو ابن صباغ کی عبارات کو بعینہٖ نقل کیا ہے، بعض نے ان کے مطالب کا خلاصہ کیا ہے اور بعض نے اپنے مضامین کی تائید میں ان کی کتاب کا حوالہ دیا ہے۔جن علمی شخصیات نے اس کتاب پر اعتماد کیا ہے اور اس کا حوالہ دیا ہے یا اس کتاب سے مطالب نقل کئے ہیں، اُن میں چند ایک علماء کے نام یہاں پیش کئے جاتے ہیں :

۱۔علامہ مجلسی نے اپنی کتاب ”بحار الانوار“میں بہت سے مقامات پر ابن صباغ کی ”الفصول المہمۃ“ سے استفادہ کیا ہے۔[14]

۲۔علامہ امینی نے ”الغدیر“ میں بیسیوں مقامات پر ”الفصول المہمۃ“کا حوالہ دیا ہے اور بعض جگہوں پر بعینہٖ اس کتاب کے مطالب نقل کئے ہیں۔[15]

۳۔علامہ علی بن عبداللہ السمہودی الشافعی نے اپنی کتاب کتاب ”جواہر العقدین“میں ” الفصول المہمۃ “ سے بہت زیادہ استفادہ کیا ہے۔

۴۔ علامہ محمد بن علی الصبّان نے بھی کتاب ” اسعاف الراغبین“ کی تدوین میں بعض جگہوں پر ”الفصول المہمۃ“ سے استفادہ کیا ہے اور اس کتاب کا حوالہ دیا ہے۔

اسی طرح اہل سنت علماء میں سے سید مؤمن بن حسن شبلنجی صاحب کتاب نور الابصار و عبداللہ بن محمد المطیری صاحب کتاب الریاض الزاہرۃ فی فضائل آل بیت النبی و عترتہ الطاہرہ و احمد بن عبدالقادر العجیلی الشافعی صاحب کتاب ذخیرۃ المال نے اپنی کتابوں میں ” الفصول المہمۃ “ کا حوالہ دیا ہے۔ معاصر شیعہ علماء میں علامہ سید شرف الدین عاملی نے کتاب ” المراجعات“ ،کتاب ”النص و الاجتہاد “ میں، محمد باقر محمودی نے ” نہج السعادۃ“میں ، علامہ مرتضی عسکری نے ” معالم المدرستین“ میں اور آیۃ اللہ لطف اللہ صافی گلپایگانی نے کتاب ”امان الامۃ من الاختلاف “ میں ”الفصول المہمۃ“ سے مطالب نقل کئے ہیں۔[16]

الفصول المہمۃ کے منابع اور مآخذ

الفصول المہمۃ فی معرفۃ الائمۃ کے اجمالی مطالعے سے واضح ہو جاتا ہے کہ کتاب کے فاضل مؤلف نے بغیر کسی مذہبی تعصب کے تمام شیعہ و سنی علماء اور محققین کی کتابوں سے استفادہ کیا ہے ۔اس کتاب کے اہم ترین مآخذ و منابع کچھ یوں ہیں :

الف: کتب اہل سنت

1) صحیح البخاری، تالیف امام ابوعبداللہ محمد بن ابی الحسن اسماعیل بخاری (متوفی ۲۵۶ھ)
2) صحیح مسلم، تالیف مسلم بن الحجاج القشیری النیشابوری (متوفی ۲۶۱ھ)
3) سنن السنائی، تالیف المحدث الکبیر الحافظ ابو عبدالرحمٰن احمد بن شعیب النسائی (متوفی ۳۰۳ھ)
4) سنن الترمذی تالیف ابو عیسی محمد بن عیسی بن سورہ الترمذی (متوفی ۲۷۹ھ)
5) المعجم الکبیر و الوسیط و الصغیر، تالیف ابوالقاسم سلیمان بن احمد بن ایوب الطبرانی (متوفی ۳۶۰ھ)

6) المسند، تألیف احمد بن حنبل۔ (متوفی ۲۴۱ھ)
7) کتاب عبدالرحمٰن بن علی ملقب بہ ابن الجوزی (متوفی ۵۹۷ھ) جو چھٹی ہجری کے بزرگ اہل سنت علماء میں سے ہیں۔
8) کتاب الال فی امامۃ امیرالمؤمنین (علیہ السلام) از ابو عبداللہ حسین بن احمد بن خالویہ جو کہ پانچویں صدی ہجری کے علماء میں سے ہیں۔
9) احمد بن عبداللہ معروف بہ ابونعیم الاصفہانی (متوفی ۴۳۰ھ) کی کتب کہ جن کا شمار پانچویں صدی ہجری کے حنبلی علما میں ہوتا ہے۔
10) مطالب السوؤل فی مناقب آل الرسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تألیف محمد بن طلحہ شافعی (متوفی ۶۵۲ھ)
11) فضائل الصحابہ از ابوبکر احمد بن حسین بن علی بیہقی (متوفی ۴۵۸ھ)
12) معالم العترۃ النبویہ و معارف ائمۃ اہل البیت الفاطمیۃ :تالیف عبد العزیز بن محمد معروف بہ ابن اخضر گنابادی (متوفی ۶۱۱ھ)
13) کفایۃ الطالب فی مناقب علی بن ابی طالب (علیہ السلام) تألیف محمد بن یوسف بن محمد الکنجی الشافعی (متوفی ۶۵۸ھ)
14) کنزالکبیر از محمد بن حبیب بغدادی (متوفی ۲۴۵ھ)
15) الفتوح از ابن اعثم کوفی (متوفی ۳۲۰ھ کے بعد)
16) اسباب النزول واحدی (متوفی ۴۶۸ھ)

ب: کتب اہل تشیع

۱۔ الارشاد فی معرفۃ حجج اللہ علی العباد، تألیف محمد بن محمد بن النعمان المعروف شیخ مفید، (متوفی ۴۱۳ھ)

۲۔ إعلام الوری بأعلام الہدی :تألیف امین الاسلام شیخ ابی علی الفضل بن الحسن الطبرسی صاحب تفسیر مجمع البیان (متوفی ۵۴۸ھ)

۳۔ کتاب ''الغیبۃ و الفرائض''، ''الرّد علی الاسماعیلیۃ'': محمد بن ابراہیم بن جعفر النعمانی المعروف ابن ابی زینب (متوفی ۳۶۰ھ)۔ وہ مشہور شیعہ محدث شیخ کلینیؒ کے شاگردوں میں سے تھے۔

۴۔ الخرائج والجرائح: جو ابوالحسن سعید بن ہبۃ اللہ قطب الدین الراوندی (متوفی ۵۷۳ھ) کی تالیف ہے۔ وہ نہج البلاغہ کے پہلے شارح ہیں اور پانچویں صدی ہجری کے فقہا میں شمار ہوتے ہیں، اُن کی کتاب الخرائج والجرائح معجزہ

اور رسول اللہ ﷺ اور ائمہ اطہارؑ کی سیرت کے بارے میں لکھی گئی ہے۔ خلاصہ یہ کہ ابن صباغ کا اپنی کتاب کی تالیف میں مختلف شیعہ و سنی کتب و مآخذ سے استفادہ کرنا اُن کے وسیع مطالعے اور تحقیق کو ظاہر کرتا ہے۔

الفصول المہمہ کا سلسلہ رواۃ

ابن صباغ نے اپنی کتاب میں فضائل و تاریخ ائمہ اہل بیت (علیہم السلام) کے بارے میں جن راویوں سے روایات نقل کی ہیں اُن کے نام یہ ہیں: ابن عباسؓ، عبداللہ بن مسعودؓ، ابوذر غفاریؓ، زید بن ارقمؓ، ابو ایوب الانصاریؓ، سعید بن المسیبؓ، ام سلمہ، حذیفۃ بن الیمانؓ، قیس بن سعدؓ، ابو رافعؓ مولی رسول اللہ (ﷺ)، عمار بن یاسرؓ، براء بن عازبؓ، حذیفہ بن اسید الغفاریؓ، جابر بن عبداللہ الانصاریؓ، علقمہ بن عبداللہؓ، انس بن مالکؓ، اسامہ بن زیدؓ، اُم المومنین عایشہؓ، عمر بن الخطابؓ، سفیان بن عیینہؓ۔ جیسا کہ کہا گیا ہے کہ ابن صباغ نے اہل سنت کے مشہور محدثین مثلاً احمد بن حنبلؒ، ترمذیؒ، مسلمؒ، بخاریؒ، بیہقیؒ، نسائیؒ، زہری، ابن ماجد، دار قُطنی، مکحول و ابن مندہ وغیرہ سے بھی احادیث نقل کی ہیں اور ان کی کتب سے بہت زیادہ استفادہ کیا ہے۔

الفصول المہمہ کے مضامین پر ایک نظر

کتاب ''الفصول المھمہ فی معرفۃ الائمۃ'' کی جدید ترین اشاعت سامی الغریری کی تحقیق کے ساتھ جو ۱۴۰۷ صفحات پر مشتمل ہے اور دو جلدوں میں شائع ہوئی ہے جس کو مد نظر رکھتے ہوئے ہم یہاں اپنے قارئین کے لئے اس کتاب کے مطالب و مضامین کی ایک اجمالی فہرست پیش کرتے ہیں:

اس کتاب کا ایک مقدمہ اور بارہ فصلیں ہیں۔ مقدمے میں مؤلف اہل بیت اطہارؑ کے بارے میں بحث کرتے ہیں کہ اہل بیت سے کون لوگ مراد ہیں؟ اسی ضمن میں وہ واقعہ مباہلہ کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ اسی طرح وہ آیہ تطہیر کے مصداق کے طور پر نبی اکرم ﷺ اور حضرت علی و فاطمہ و حسنین شریفین (علیہم السلام) کا تعارف کراتے ہیں۔ اس بارے میں نبی اکرم ﷺ سے کچھ احادیث بھی فضائل و مناقب اہل بیت (علیہم السلام) کے متعلق نقل کرتے ہیں۔ اور پھر ائمہ اثنا عشر کے حالات زندگی کو بارہ فصلوں میں ذکر کرتے ہیں۔ جن میں امام علیؑ، امام حسینؑ اور امام مہدیؑ کے حالات کو زیادہ تفصل کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے۔ محققین کے بقول اس کتاب کی ایک بڑی خصوصیت یہی ہے کہ اس میں حضرت علی علیہ السلام کی خلافت اور حالات کو تفصیل کے ساتھ ذکر کیا ہے اور اس کی جزئیات کو بھی نقل کیا گیا ہے۔ مثلاً جنگ جمل، جنگ صفین، جنگ نہروان میں طرفین کے سپائیوں اور مقتولین کی تعداد اور اُن میں سے ہر ایک کے جنگی وسائل کو باریک بینی کے ساتھ نقل کیا گیا ہے۔

الفصول المہمہ کی تالیف کا سبب

جیسا کہ پہلے بھی ذکر کیا ہے کہ ابن صباغ ایک اہل سنت عالم دین ہیں جس کی گواہی اُن کی اسی تالیف کے بہت سے مقامات سے بھی ملتی ہے جن کا تذکرہ ہم آگے چل کریں گے ،اس کے باوجود یہ سوال پیدا ہوتا ہے ابن صباغ مالکی نے ''الفصول المهمة فی معرفة الائمة'' جیسی کتاب کیوں لکھی ہے ،جس کی وجہ سے اُن کی جانب رافضی اور شیعہ ہونے کی نسبت بھی دی گئی ہے۔ لیکن ایک بات بہت واضح اور روشن ہے کہ نبی اکرم ﷺ سے منقول احادیث میں بہت زیادہ مستند احادیث اہل بیت اطہار علیہم السلام کے تعارف اور فضائل میں موجود ہیں جنھوں نے ہر دور کے منصف مزاج علماء کو اپنی طرف متوجہ کیئے رکھا ہے۔ لہٰذا ابن صباغ جیسا شجاع ، پاک دل انسان اور باضمیر عالم دین ان احادیث کے بارے میں کیسے بے اعتنائی کر سکتا تھا کہ جن پر ہر مسلمان ایمان رکھتا ہے اور ائمہ اہل بیتؑ سے عقیدت و مودّت کا اظہار کرتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ ابن صباغ مالکی بھی انہی احادیث کی وجہ سے ان ذوات مقدسہ کے حالات زندگی لکھنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں کہ جو روئے زمین پر تمام انسانوں میں علم و تقویٰ اور ایمان و شجاعت اور دین خدا کی حفاظت کے بارے میں سب سے آگے ہیں۔ لہٰذا ابن صباغ جیسے مصنف مزاج اور غیر متعصب انسان نے یہ کتاب لکھ کر اپنا دینی وانسانی فریضہ ادا کیا ہے۔وہ خود لکھتے ہیں :''اجبت فی ذلك سوأل الأعزة من الأصحاب و الخلص من الأحباب بعد ان جعلت ذلك عند الله ذخيرة و رجاء فی التكفير لما اسلفته من جريرة اقترفته من صغيرة او كبير''یعنی: یہ کتاب میں نے اپنے بعض مخلص بزرگوں اور دوستوں کی درخواست پر لکھی ہے اور اس کے بعد اسے اللہ تعالٰی کے نزدیک اپنے لئے ایک ذخیرہ قرار دیا ہے اور اپنی صغیرہ اور کبیرہ لغزشوں وخطاؤں کی تلافی کی اُمید سے یہ قدم اُٹھایا ہے۔[17]

اسی طرح ابن صباغ نے اس کتاب میں ائمہ اطہار علیہم السلام کی کرامات و معجزات کی طرف خصوصی توجہ دی ہے جو ان اولیائے الٰہی کے بارے میں تاریخی کتابوں میں نقل ہوئی ہیں ۔اُنھوں نے بہت سی کرامات شیعہ کتابوں سے نقل کی ہیں اور جو کچھ دوسری کتابوں سے نقل کیا ہے وہ بھی شیعہ منابع کے ساتھ ملتا جلتا ہے۔ ایک دوسری بات یہ کہ اُنھوں نے اس کتاب میں ایک ماہر مؤرخ کی مانند تاریخی واقعات کا تحلیل و تجزیہ کیا ہے اور تاریخ اسلام میں ائمہ طاہرین علیہم السلام کے کردار کو بخوبی روشن کرنے کی سعی کی ہے۔

ابن صباغ کا مسلک

جیسا کہ ہم نے پہلے ذکر کیا ہے کہ ائمہ اہل بیت علیہم السلام کی امامت کے بارے میں ابن صباغ کے نظریئے کی وجہ سے بعض متعصب لوگوں نے اُن کی طرف شیعہ ہونے کی نسبت دی ہے۔ جیسا کہ حاجی خلیفہ نے کشف الظنون عن اسماء الکتب والفنون ج ۲، ص۱۷۱۲ میں اس کا اظہار کیا ہے۔ بظاہر ابن صباغ کی زندگی میں بھی اُن کی طرف یہ

نسبت دی گئی ہے لیکن مؤلف نے انتہائی ظرافت کے ساتھ اس بات کا جواب دیا ہےاور جنہوں نے اُن کی طرف ایسی نسبت دی ہے اُنہیں بیمار دل قرار دیتے ہوئے اہل سنت کے بعض بزرگوں کے اہل بیت اطہارؑ کے بارے میں کہے گئے اقوال نقل کیے ہیں اور اپنے آپ کو اس سلسلے میں امام محمد بن ادریس شافعی (متوفی ۲۰۴ھ)، عظیم محدث عبدالرحمٰن نسائی (متوفی ۳۰۳ھ) اور دوسرے اہل سنت بزرگان جیسا قرار دیا ہے کہ جو اپنے مذہب کا پابند ہونے کے باوجود اہل بیت اطہار علیہم السلام سے عقیدت و محبت کا برملا اظہار کرتے رہے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں: ”محمد بن ادریس الشافعی المطّلبی لمّا صرّح بمحبۃ اهل البیت قیل فیه ما قیل، و هو السید الجلیل، فقال مجیباً عن ذلك شعراً: یعنی: "جب محمد بن ادریس شافعی نے اہل بیت اطہارؑ کی محبت کے بارے میں صراحت کی تو اُن کو بہت کچھ کہا گیا حالانکہ وہ ایک بزرگ شخصیت تھے، اُنھوں نے ان نسبتوں کے جواب میں اس طرح کے کچھ اشعار کہے ہیں:

اذا نحن فضّلنا علیّا فاننّا　　روافض بالتفضیل عند ذوی الجهل

و فضلَ ابی بکر اذا ما ذکرته　　رمیتُ بنصب عند ذکری للفضل

فلا زلت ذا رفض و نصب کلاهما　　بحبهما حتی اوسد فی الرمل

و قال ایضاً:

قالوا ترفضت قلت کلا　　ما الرفض دینی و لا اعتقادی

لکن تولیّت دون شك　　خیر امام و خیر هاد

ان کان حبّ الوصی رفضا　　فاننی ارفض العباد [18]

یعنی: "اگر ہم علی کو برتر سمجھیں تو جاہل افراد اس تفضیل کی وجہ سے ہمیں رافضی کہتے ہیں اور اگر ابوبکر کی برتری بیان کریں تو ہماری طرف ناصبی ہونے کی نسبت دی جاتی ہے۔ پس اُن سے محبت اور دوستی کی وجہ سے ہم ہمیشہ رافضی اور ناصبی ہیں یہاں تک کہ مٹی میں دفن ہو جائیں گے۔"

اسی طرح ایک اور شعر میں شافعی کہتے ہیں:

قَالُوا تَرَفَّضۡتَ قُلۡتُ کَلّا مَا الرَّفۡضُ دِیۡنِی وَلَا اعۡتِقَادِی

لٰکِنۡ تَوَلَّیۡتُ غَیۡرَ شَكٍّ خَیۡرَ امامٍ وَ خَیۡرَ هَادٍ

اِنَّ کَانَ حُبُّ الۡوَصِیِّ رَفۡضاً فَاِنَّنِی اَرۡفَضُ الۡعِبادِ

یعنی: "مجھے کہتے ہیں کہ تو رافضی ہوگیا ہے۔ میں نے کہا کہ رافضی ہونا ہرگز میرا دین اور اعتقاد نہیں۔ لیکن بغیر کسی شک کے میں بہترین ہادی و امام کو دوست رکھتا ہوں۔ اگر وصیِ پیغمبر سے دوستی و محبت رکھنا رفض (رافضی ہونا) ہے تو میں انسانوں میں سب سے بڑا رافضی ہوں۔"[19]

اسی طرح ابن صباغ عبدالرحمٰن نسائی کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ جو اپنی کتاب ''الخصائص فی فضل علی واھل بیتہ'' لکھنے کے بعد دمشق کے بعض لوگوں کے بغض کا نشانہ بنتے ہیں اور دمشق سے نکال دیئے جاتے ہیں حالانکہ اُن کا شمار قرآن و سنت کے عظیم ترین حفاظ میں ہوتا تھا۔ اسی طرح وہ ابو بکر بیہقی سے بھی ایسی ہی بات لکھتے ہیں کہ جو اُنھوں نے اپنی کتاب ''مناقب الامام الشافعی'' میں لکھی ہے: ''شافعی سے کہا گیا کہ بعض افراد کسی بھی صورت مناقب اہل بیتؑ سننے کے لئے تیار نہیں اور اگر وہ کسی کو یہ مناقب بیان کرتا دیکھیں تو کہتے ہیں: ''اسے چھوڑو یہ تو رافضی ہے۔'' شافعی اُن کے جواب میں یہ شعر کہتے ہیں:

اذافی مجلس ذَکَرُواعلیاً　　وسِبْطَیْہِ وَفاطمۃَ الزَّکیۃَ

یُقال تَجاوَزُوایاقومِ منہ　　فَھٰذا مِنْ حَدیثِ الرَّافِضِیَّۃِ

بَرِئتُ الی الْمُھَیْمِن مِن اناسٍ　　یرونَ الرَّفْضَ حُبَّ الْفاطِمِیۃِ

یعنی: "جب کسی محفل میں علیؑ اور ان کے دو بیٹوں اور فاطمہؑ کا نام لیا جاتا ہے تو کہا جاتا ہے: اے لوگو! اس کی بات کو چھوڑو یہ رافضیوں کی باتیں ہیں۔ میں بارگاہ خدا میں ان لوگوں سے اظہار برائت کرتا ہوں جو حضرت فاطمہؑ کی محبت کو رفض سمجھتے ہیں۔"

لہٰذا ابن صباغ کے مذہب کے بارے میں واضح ہے کہ وہ مالکی مذہب اور محب اہل بیتؑ ہیں۔ اس احتمال کی تقویت اس جواب سے بھی ہوتی ہے کہ جو اُنھوں نے اپنی طرف رفض کی نسبت دینے والوں کو دیا ہے اور پھر اُن کا اہل سنت منابع پر حد سے زیادہ اعتماد سے بھی اُن کے مالکی مسلک ہونا ثابت ہوتا ہے۔

ابن صباغ کے سنی المذہب ہونے کے دلائل

کتاب" الفصول المهمه" میں ابن صباغ ائمہ اثنا عشر کے ساتھ تمام تر عقیدت و محبت کے باوجود کچھ تاریخی حقائق کے بارے میں اہل سنت کتابوں پر اعتماد کی وجہ سے چند ایسی باتیں بھی لکھ گئے ہیں جو اُن کے اہل سنت ہونے کی سب سے بڑی دلیل ہیں۔ جن کی طرف بعض محققین نے توجہ مبذول کرائی ہے جن کو ہم یہاں اختصار کے ساتھ ذکر کرتے ہیں:

چند تاریخی حقائق سے چشم پوشی

درحقیقت "الفصول المہمہ" ایک تاریخی کتاب ہے، لیکن اس کے مؤلف نے تاریخ ائمہ لکھتے وقت بعض ایسے واقعات کو لکھنے اور اُن کے بارے میں اظہار نظر کرنے سے صرف نظر کیا ہے کہ جو ائمہ اطہار میں سے پہلے امام حضرت علی علیہ السلام کی زندگی کے اہم ترین واقعات ہیں اور جن کے متعلق تحلیل و تجزیہ کرنا ہر مصنف مزاج مؤرخ کا فریضہ ہے۔ لیکن ابن صباغ ان واقعات سے بغیر کسی تحقیق اور اظہار نظر کے گزر جاتے ہیں۔ یہ واقعات نبی اکرم ﷺ کی حیات طیبہ کے آخری حساس ایام سے تعلق رکھتے ہیں۔ ابن صباغ زمانہ رسولؐ میں حضرت علی علیہ السلام کے نمایاں کارناموں کو تو ذکر کرتے ہیں لیکن ان تاریخی واقعات کو ذکر کئے بغیر حضرت علی علیہ السلام کے دور حکومت میں داخل ہو جاتے ہیں اور بعد از رسول ﷺ اجتماعی زندگی میں حضرت علیؑ کی پچیس سالہ گوشہ نشینی کو بھول جاتے ہیں اور امام علی علیہ السلام اور حضرت زہرا سلام اللہ علیہا کے سیاسی کردار کو بالکل فراموش کر دیتے ہیں اور فقط حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کے چند فضائل نقل کرکے گزر جاتے ہیں۔ کیونکہ یہی واقعات تشیع اور تسنن میں حد فاصل ہیں جن سے صرف نظر کرنا ہی ابن صباغ کے اہل سنت ہونے کی دلیل ہے۔

ایک اور تاریخی حقیقت کہ جسے ابن صباغ سرسری طور پر ذکر کرکے گزر جاتے ہیں وہ امام حسن علیہ السلام کی صلح کا واقعہ ہے وہ اگرچہ امام حسن علیہ السلام کی شہادت میں حکومت شام کی دخالت کی تائید کرتے ہیں چنانچہ وہ لکھتے ہیں: " بعد أن تمّ الصلح بين الحسن بن علیؑ ومعاويه وخرج الحسن عليه السلام إلى المدينه وأقام بها عشر سنين سقته زوجته جُعده بنت الأشعث بن قيس الكندی السمّ، وذلك بعد أن بذل لها معاويه على سمّه مائه ألف درهم، فبقى مريضا أربعين يوما"[20] یعنی: "جب معاویہ اور حسن بن علیؑ کے درمیان صلح ہو گئی تو امام حسن (علیہ السلام) مدینہ چلے گئے اور وہاں دس سال رہے۔ ان کی بیوی جعدہ بنت اشعث بن قیس کندی نے اُنہیں زہر دے دیا اور یہ اُس وقت جب معاویہ نے زہر کے بدلے اُسے ایک لاکھ درہم دیئے، اس کے بعد وہ چالیس دن تک مریض رہے۔"

لیکن حضرت امام حسن علیہ السلام کے جنازے پر ہونے والی تیز اندازی اور سبط پیغمبر ﷺ کے جنازے کی ہتک حرمت کرنے والے کرداروں کو ذکر نہیں کرتے۔ یہ بھی اُن کے عقیدے کو واضح کرنے کے لئے کافی ہے۔ اسی طرح ابن صباغ کے نزدیک صلح کی تجویز امام حسنؑ نے پیش کی ہے نہ امیر شام نے [21]، لیکن اُن کی یہ بات بھی بہت سے تاریخی منابع کے خلاف ہے جیسا کہ شیخ مفید، علامہ مجلسی، ابوالفرج اصفہانی، سبط ابن جوزی وغیرہ کے نزدیک صلح کی تجویز امیر شام کی طرف سے دی گئی ہے نہ امام حسن علیہ السلام کی جانب سے۔ پھر یہ بات خود امام حسن علیہ السلام کے کلام کے بھی منافی ہے جس کے مطابق امامؑ نے اپنے اصحاب سے فرمایا: "اما و اللہ ما ثنانا عن قتال اهل الشام ذلّة و لا قلّة، ولکن کنا نقاتلهم بالسّلامة و الصبر... و ان معاوية قد دعا الى امر ليس فيه عزّ و لا نصفة، فان اردتم الحياة قبلناه منه۔۔۔"[22] یعنی: "ہم ہر گز شامیوں کے ساتھ جنگ سے پشیمان اور شک و تردید میں نہیں ہیں اس وقت ہم دشمن کے ساتھ سلامتی اور صبر کے ساتھ جنگ کریں گے۔۔۔ امیر شام ہمیں ایک ایسے کام کی طرف بلا رہے ہیں کہ جس میں کوئی عزت نہیں اب اگر تم موت کے لئے تیار ہو تو اس پر حملہ کرتے ہیں اور تلوار کی ضربیں لگا کر اُس پر مسلط ہوتے ہیں اگر زندگی چاہتے ہو تو اس کی دعوت کو قبول کر لیتے ہیں اور اس کی درخواست مان لیتے ہیں۔۔۔"

چند جعلی روایات پر اعتماد

ابن صباغ بعض اہل سنت کتب پر اعتماد کی وجہ سے اپنی اس کتاب میں چند ایسی اختلافی روایات بھی نقل کر دیتے ہیں جن کی تائید شیعہ کتب اور علماء نہیں کرتے اور شیعہ کی اکثریت ان روایات کو رد کرتی ہے۔ جن میں سے ایک امام علی علیہ السلام کی دختر جناب اُم کلثومؑ اور خلیفہ ثانی کے ازدواج کا قصہ ہے جسے شیعہ محققین نے محکم ادلہ کے ساتھ رد کیا ہے لہٰذا ابن صباغ کا ان روایات پر اعتماد اور انہیں اپنی کتاب میں ذکر کرنا بھی اُن کے اہل سنت ہونے کی دلیل ہے۔[23] اسی طرح اس کتاب میں ابن صباغ نے چند باتیں ایسی بھی لکھی ہیں کہ جو نہ تو شیعہ عقائد کے ساتھ ہم آہنگ ہیں اور نہ تاریخی کتب سے جن کی تائید ہوتی ہے۔[24] اور انہی باتوں سے ثابت ہوتا ہے کہ ابن صباغ نے اس کتاب میں بعض مقامات پر اہل تسنن عقیدے کی حفاظت کی ہے جس سے ان کے سنی المذہب ہونے میں کوئی شک و شبہ نہیں رہتا۔ البتہ بعض مقامات پر اُنھوں نے دوسرے اثنا عشری اہل سنت کی مانند شیعی عقائد کے ساتھ ہم آہنگ باتیں لکھیں ہیں چونکہ سنت رسول ﷺ اور احادیث نبوی میں ان کے بارے میں اس قدر تاکید آئی ہے کہ جس سے کوئی بھی ایماندار انسان پہلو تہی نہیں کر سکتا۔ ایسی چند باتوں کی طرف ذیل میں اشارہ کیا جاتا ہے۔

ابن صباغ کے نزدیک اہل بیتؑ کا مصداق اور فضائل

ابن صباغ کی کتاب فصول المہمہ میں جن عناوین کے ساتھ اہل بیت اطہار علیہم السلام کے فضائل ذکر ہوئے ہیں، وہ بہت اہم ہیں جو فضائل ومناقب اہل بیتؑ کے باب میں ابن صباغ کی جدت کی عکاسی کرتے ہیں۔ان فضائل کو بعض نمایاں عناوین کے ساتھ یہاں ذکر کیا جاتا ہے:

مَن هم اهل بيت؟

ابن صباغ کی نظر میں اہل بیت اطہارؑ فقط پنج تن پاک ہی ہیں، وہ "اہل بیت کون ہیں" کے عنوان سے اس بارے میں لکھتے ہیں: " أهل البيت على ما ذكر المفسرون في تفسير آيه المباهله وعلى ما روى عن أمّ سلمه هم: النبيّ صلى الله عليه و آله وعليّ وفاطمه والحسن والحسين عليهم السلام "یعنی: اہل بیتؑ سے مراد، جو کچھ مفسرین نے آیہ مباہلہ کی تفسیر میں ذکر کیا ہے اور جو کچھ جناب اُم سلمیٰؓ سے نقل ہوا ہے، نبی اکرم ﷺ، علی، فاطمہ، حسن اور حسین (علیہم السلام) ہیں۔[25] وہ واقعہ مباہلہ کی تفصیل بیان کرنے کے بعد آیہ تطہیر کی شان نزول ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں: " وروى الواحدى في كتابه المسمّى بأسباب النزول يرفعه بسنده إلى أمّ سلمه رضى الله عنها أنّها قالت: كان النبيّ صلى الله عليه و آله في بيتها يوما فأتته فاطمه عليها السلام ببرمه فيها عصيده فدخلت بها عليه، فقال لها: ادعِ لي زوجك وابنيك. فجاء عليّ والحسن والحسين فدخلوا وجلسوا يأكلون والنبيّ صلى الله عليه و آله جالسا على دكّه وتحته كساء خيبرى. قالت: وأنا في الحجره قريبا منهم، فأخذ النبيّ صلى الله عليه و آله الكساء فغشّاهم به، ثمّ قال: اللّهمّ أهل بيتى وخاصتى فأذهب عنهم الرجس وطهّرهم تطهيرا. قالت أمّ سلمه: فأدخلت رأسى البيت، قلت: وأنا معكم يا رسول الله ﷺ قال صلى الله عليه و آله: إنّكِ إلى خير، إنّكِ إلى خير. فأنزل الله عزّوجلّ: إِنَّمَا يُرِيدُ اللهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا "

یعنی: "واحدی نے اپنی کتاب " اسباب النزول "میں جناب اُم سلمیٰ رضی اللہ عنہا سے نقل کیا ہے کہ ایک دن نبی اکرم ﷺ میرے گھر میں تشریف فرما تھے۔حضرت فاطمہؑ ایک حلوے کا برتن لیکر نبی اکرم ﷺ کے پاس آئیں۔آپ ﷺ نے فرمایا: اپنے شوہر اور بیٹوں کو میرے پاس بلاؤ۔پس حضرت علی، حسن و حسین (علیہم السلام) تشریف لائے اور بیٹھ کر کھانا کھانے میں مشغول ہوگئے۔نبی اکرم ﷺ ایک لکڑ پر بیٹھے ہوئے تھے اور ان کے نیچے ایک خیبری عبا تھی۔میں (اُم سلمیٰؓ) بھی حجرے میں اُن کے نزدیک ہی بیٹھی ہوئی تھی۔نبی اکرم ﷺ نے عبا اُٹھائی اور اُن (جناب فاطمہ علی اور حسنین) کے اوپر ڈال دی اور فرمایا: " اللّهمّ أهل بيتى وخاصتى

فأذهب عنهم الرجس و طهّرهم تطهیرا "جناب اُم سلمیٰؓ نے اُس میں داخل ہو کر کہا: یا رسول اللہ ﷺ کیا میں بھی آپ کے ساتھ ہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تم نیکی پر ہو نیکی پر ہو۔ پس اس وقت اللہ تعالیٰ نے آیہ مجیدہ: " إِنَّمَا يُرِيدُ اللهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا " نازل فرمائی۔[26]

اس کے بعد ابن صباغ لکھتے ہیں: " و روی الترمذی فی صحیحه أنّ رسول اللّه صلی الله علیه و آله کان من وقت نزول هذه الآیه إلی قریب من سته أشهر إذا خرج إلی الصلاه یمرّ بباب فاطمه رضوان اللّه تعالی علیها ثمّ یقول: «إِنَّمَا يُرِيدُ اللهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا». وقال بعضهم فی ذلك شعرا "[27] یعنی: ترمذی نے اپنی صحیح میں ذکر کیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ اس آیت کے نزول کے بعد چھ مہینے تک جب بھی نماز کے لئے نکلتے تو جناب فاطمہؑ کے دروازے پر کھڑے ہو کر فرماتے: "إِنَّمَا يُرِيدُ اللّهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيراً" بعض شعراء نے اس سلسلے میں یہ اشعار کہے ہیں:

انّ النبی محمد و وصیه | و ابنیه و ابنته البتول الطاهرة
اهل العبا فاننی بولائهم | ارجو السلامة و النجاة فی الاخرة

یعنی: بتحقیق حضرت محمد ﷺ اور اُن کی وصی اور اُن کے فرزند اور اُن کی پاک بیٹی بتول (ہی) اہل عبا ہیں، پس میں اُن کی ولایت ہی کے ذریعے آخرت میں نجات اور سعادت و سلامتی کی اُمید رکھتا ہوں۔

تنبیه علی ذکر شیء ممّا جاء فی فضلهم و فضل محبّتهم

ابن صباغ مذکورہ بالا عنوان کے تحت اہل بیت (علیہم السلام) کے فضائل و مناقب کے بارے میں چند روایات نقل کرتے ہیں:

1- سفینہ نوحؑ کی مثال

سب سے پہلے وہ مناقب اہل بیتؑ کا آغاز ابوذرؓ کے غلام رافع کی ایک روایت سے کرتے ہوئے لکھتے ہیں: " عن رافع مولی أبی ذرّ قال: صعد أبو ذرّ رضی الله عنه علی عتبه باب الکعبه و أخذ بحلقه الباب، و أسند ظهره إلیه وقال: أیّها الناس، من عرفنی فقد عرفنی، و من أنکرنی فأنا أبو ذرّ، سمعت رسول اللّه صلی الله علیه و آله یقول: أهل بیتی مثل سفینه نوحٍ من رکبها نجا و من تخلّف عنها زجّ فی النار۔ و سمعت رسول اللّه صلی الله علیه و آله یقول: اجعلوا آل بیتی منکم مکان الرأس من الجسد، و مکان العینین من الرأس، فإنّ الجسد لا

یھتدی إلاّ بالرأس ، ولا یھتدی الرأس إلاّ بالعینین "[28] یعنی: اہل بیتؑ کی فضیلت و فضل اور محبت کے بارے میں جو کچھ آیا ہے اس کی طرف ایک چیز کی ذکر کرتا ہوں، حضرت ابوذرؓ کا غلام رافع کہتا ہے کہ حضرت ابوذرؓ عتبہ کے کاندھوں پر سوار ہوئے اور خانہ کعبہ کے دروازے کے حلقے کو پکڑا اور دروازے سے ٹیک لگا کر کہا: اے لوگو! جو کوئی مجھے جانتا ہے تو وہ جانتا ہے اور جو نہیں جانتا، وہ وہ جان لے کہ میں ابوذر ہوں، میں نے نبی اکرم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ "میرے اہل بیت کی مثال سفینہ نوح جیسی ہے جو اس میں سوار ہوگیا وہ نجات پاگیا اور جو اس میں سوار نہیں ہوا، وہ (جہنم کی) آگ میں گرگیا"۔ اسی طرح میں نے نبی اکرم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: "میرے اہل بیتؑ کو اپنی نسبت بدن کے اوپر سر اور سر میں آنکھوں کی مانند قرار دو کیونکہ بدن، سر کے بغیر اور سر آنکھوں کے بغیر کسی طرف نہیں جاسکتا، (تم بھی اہل بیتؑ کے بغیر ہدایت نہیں پا سکتے)۔

2-سب سے پہلے شفاعت

کتاب الفردوس میں عبداللہ بن عمر سے پیامبر اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کیا گیا ہے آپ ﷺ نے فرمایا: "اول من اشفع لہ یوم القیامۃ عن امتی اھل بیتی ثم الاقرب فالا قرب"۔ یعنی؛ قیامت کے دن اپنی امُت میں سے سب سے پہلے میں جن کی شفاعت کروں گا وہ میرے اہل بیت ہوں گے، پھر درجہ بدرجہ اپنے قریبیوں کی۔

3- محبت اہل بیت کے اثرات

اور ابن مسعود سے منقول ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: "حب ال محمد یوماً واحداً خیر من عبادۃ سنۃ و من مات علیہ دخل الجنۃ و قال اربعۃ انالھم شفیع یوم القیامۃ. المکرم لذریتی و القاضی حوائجھم و الساعی لھم فی امورھم عند ما اضطروا الیہ و المحب لھم بقلبہ ولسانہ"۔ یعنی: ایک دن محمد وآل محمدؐ کی محبت، ایک سال کی عبادت سے بہتر ہے اور جو اس محبت کے ساتھ مر جائے وہ جنت میں داخل ہو گا۔ اور فرمایا: قیامت کے دن میں چار لوگوں کی شفاعت کروں گا: جو میری ذریت کا احترام کرے گا، جو اُن کی ضروریات کو پورا کرے گا، جو اُن کی مشکلات دور کرنے میں کوشش وسعی کرے گا اور جو دل وزبان سے اُن کی محبت کا اظہار کرے گا۔[29]

4-اہل بیت پر درود اور شفاعت

اور حضرت امام باقر علیہ السلام سے نقل کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "من اراد التوسل الیّ و ان یکون لہ عندی ید اشفع بھا یوم القیامۃ فلیصلِ اھل بیتی و یدخل السرور علیھم"۔ یعنی؛ جو چاہتا ہے کہ مجھ

سے توسل کرے اور قیامت کے دن میں اس کی طرف شفاعت کا ہاتھ بڑھاؤں تو وہ میرے اہل بیتؑ پر درود بھیجے اور اُن کو خوش رکھے۔[30]

5-معنوی درخت

عبداللہ بن عباس سے نقل کرتے ہیں کہ وہ کہتے تھے کہ میں نے اپنے دونوں کانوں سے نبی اکرم ﷺ سے سنا ہے اور اگر میں جھوٹ کہوں تو میرے دونوں کان بہرے ہو جائیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ”أَنَا شَجَرَةٌ، وَ فَاطِمَةُ حَمْلُهَا، وَ عَلِیٌّ لِقَاحُهَا وَالْحَسَنُ وَالْحُسَیْنُ ثَمَرُهَا، وَ الْمُحِبُّوْنَ أَهْلَ الْبَیْتِ وَرَقُهَا، هُمْ فِی الْجَنَّةِ حَقًّا حَقًّا“۔ یعنی؛ میں درخت ہوں اور فاطمہ اس کے پھل کی ابتدائی حالت ہے اور علی اس کے پھل کو منتقل کرنے والا ہے اور حسن اور حسین اس درخت کا پھل ہیں اور اہل بیت سے محبت کرنے والے اس درخت کے اوراق ہیں وہ یقیناً یقیناً جنت میں (داخل ہونے والے) ہیں۔[31]

6-اہل بیت سے صلح اور جنگ

اور زید بن ارقم سے نقل کرتے ہیں کہ " أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ (ص) قَالَ: لِعَلِیٍّ وَ فَاطِمَةَ وَ الْحَسَنِ وَ الْحُسَیْنِ رضی اللہ عنہم: أَنَا حَرْبٌ لِمَنْ حَارَبْتُمْ، وَ سِلْمٌ لِمَنْ سَالَمْتُمْ "یعنی: حضور نبی اکرم ﷺ نے حضرت علی، حضرت فاطمہ، حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہم سے فرمایا: تم جس سے لڑوگے میں اُس کے ساتھ حالت جنگ میں ہوں اور جس سے تم صلح کرنے والے ہو میں بھی اُس سے صلح کرنے والا ہوں۔“ اسے امام ترمذی اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔[32]

7-رسول اللہؐ کے قرابت داروں کی اہمیت

اور امام ابوالحسین البعوی سے نقل کرتے ہیں کہ اُنھوں نے اپنی تفسیر میں ابن عباس سے آیہ مجیدہ ” قل لااسئلکم علیہ“ کے بارے میں نقل کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ: لَمَّا نَزَلَتْ هَذِهِ الْآیَةُ: (قُلْ لَّآ أَسْئَلُکُمْ عَلَیْهِ أَجْرًا إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِی الْقُرْبٰی) قَالُوْا: یَا رَسُوْلَ اللهِ، مَنْ قَرَابَتُكَ هٰؤُلَاءِ الَّذِیْنَ وَجَبَتْ عَلَیْنَا مَوَدَّتُهُمْ۔ قَالَ: عَلِیٌّ وَفَاطِمَةُ وَابْنَاهُمَا“[33] یعنی: "جب یہ آیت : (قُلْ لَّآ أَسْئَلُکُمْ عَلَیْهِ أَجْرًا إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِی الْقُرْبٰی) نازل ہوئی تو صحابہ کرام نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ کی قرابت دار کون ہیں کہ جن کی محبت ہم پر واجب ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: علی، فاطمہ اور ان کے دو بیٹے (حسن و حسین)۔“

اہل بیتؑ کا علم

ابن صباغ اہل بیت (علیہم السلام) کے علم کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے سمجھتے ہیں کہ جن کا علم درس و بحث کا محتاج نہیں اور کوئی بھی اُن کے علم کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔وہ الفصول المہمہ کی دوسری جلد میں "فی علمه وشجاعته وشرف نفسه وسيادته" کے عنوان سے ایک فصل میں لکھتے ہیں: "علوم أهل البيت لاتتوقّف على التكرار والدرس، ولا يزيد يومهم فيها على ما كان في الأمس، لأنهم المخاطبون في أسرارهم والمحدّثون في النفس. فسماء معارفهم وعلومهم بعيدة عن الإدراك واللمس، ومن أراد سترها كمن أراد ستروجه الشمس، وهذا ممّا يجب أن يكون ثابتا مقرّرا في النفس فهم يرون عالم الغيب في عالم الشهادة، ويقفون على حقائق المعاني في خلوات العبادة، وتناجيهم ثواقب أفكارهم في أوقات أذكارهم بما تسنّموا به غارب الشرف والسيادة، وحصلوا بصدق توجيههم إلى جناب القدس فبلغوا به منتهى السؤال والإرادة، فهم كما في نفوس أوليائهم ومحبّيهم وزيادة، فما تزيد معارفهم في زمان الشيخوخه على معارفهم في زمن الولادة۔[34]

یعنی: اہل بیتؑ کے علوم کا درس و بحث اور تکرار سے کوئی تعلق نہیں۔ایسا نہیں کہ ان (ذوات مقدسہ) کا آج کا علم کل کے علم سے زیادہ ہو، کیونکہ وہ اپنے اسرار میں (اللہ تعالیٰ) کے مخاطب ہوتے ہیں اور اپنے نفوس میں محدّث ہوتے ہیں۔اور یہ اُن چیزوں میں سے ہے کہ جو نفس میں ثابت ہیں،وہ عالم غیب کو اسی عالم شہود میں دیکھتے ہیں اور اپنی تنہائی میں عبادت کے ذریعے معارف سے آگاہی حاصل کرتے ہیں۔اور وہ اپنے اذکار کے اوقات میں اپنی فکر کے ستاروں کے ذریعے عظمت و شرف کی بلندیوں پر پہنچ کر مناجات کرتے ہیں۔وہ (عالم واقع) سے حقیقی آگاہی کی وجہ سے بارگاہ قدس ربوبی تک رسائی حاصل کرتے ہیں اور سوال وارادہ کے آخری مرحلے تک جا پہنچے ہیں۔ پس جیسا کہ اُن کے محبین اور دوستوں کے دلوں میں ہے،اُن کی آخری عمر کے علوم و معارف،اُن کے بچپن کے علوم و معارف سے زیادہ نہیں ہوتے۔

بہت سی شیعہ روایات میں ائمہ طاہرین کے محدّث ہونے کی صراحت کی گئی ہے یعنی یہ ذوات مقدسہ فرشتوں سے ہم کلام ہوتے ہیں اور اُن کی باتیں سنتے ہیں، نبی اور رسول اور محدّث کے درمیان فرق کے بارے میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے: " اما الرّسول الذی يأتيه جبرئيل قبلا و يكلّمه فهذا الرسول و اما النّبی فهو الذی يری فی مناهه نحو رؤيا ابراهيم...و اما المحدث فهو الذی يحدّث فيسمع و لا يعاين و لا يری فی منامه"[35] یعنی: رسول وہ ہے جس کے پاس جبرائیل آتے ہیں اور اُن سے کلام کرتے ہیں یہ رسول ہوتا ہے اور

نبی سے مراد وہ ہے جو فرشتے کو خواب میں دیکھتا ہے جیسا کہ حضرت ابراہیمؑ کا خواب تھا۔۔۔اور محدث وہ ہوتا ہے جو (فرشتوں) سے کلام کرتا ہے اور اُن سے سنتا ہے، لیکن انہیں دیکھتا نہیں اور نہ ہی خواب میں دیکھتا ہے۔ یعنی اُن کے علم و معارف کا آسمان (عام انسانی) حس وادراک سے کہیں زیادہ بلند و بالا ہے جو کوئی اُسے (علم اہل بیتؑ) کو چھپانا چاہے تو گویا وہ سورج کو چھپانا چاہتا ہے (جو کہ ناممکن ہے)

ابن صباغ مالکی کی نظر میں ائمہ اطہار کی امامت

ابن صباغ نے ائمہ اہل بیتؑ کی امامت کے بارے میں جو کچھ کہا ہے اگر کوئی اُن کے مذہب و مسلک سے آگاہ نہ ہو تو وہ اُنہیں شیعہ اثنا عشری ہی سمجھے گا۔ اُنھوں نے اپنی کتاب کا آغاز ہی ان جملوں سے کیا ہے: ’’الحمد للہ الذی جعل من صلاح ھذہ الامۃ نصب الامام العادل و اعلی ذکر من اختارہ لولایتھا...و بعد: فعنّ لی ان اذکر فی ھذا الکتاب فصولا مھمۃ فی معرفۃ الائمۃ، اعنی الائمۃ الاثنی عشر الذین اوّلھم امیرالمؤمنین علی المرتضی، و آخرھم المھدی المنتظر...و لن یعرف شرفہ الا من وقف علیہ فعرفہ من عرفہ و عقدت لکل امام منھم فصلا، یشتمل کل فصل علی ثلاثۃ فصول‘‘[36] یعنی: حمد ہو اس اللہ کی جس نے اس اُمت کی مصلحت کی خاطر امام عادل کو نصب کیا۔اور اس کے نام کو بلند کیا جسے اُمت کی ولایت کے لئے انتخاب کیا۔اما بعد: پس میں نے معرفت ائمہؑ کے بارے میں اس کتاب میں اہم فصلیں ذکر کرنے کا ارادہ کیا ہے۔ میری مراد ائمہ اثنا عشر ہیں کہ جن میں سب سے پہلے امیر المؤمنین علی مرتضیٰ اور اُن میں آخری مہدی منتظر ہیں۔ ہر گز اُن کے شرف وفضیلت کو کوئی بھی نہیں جانتا سوائے اس کے جو ان کی معرفت حاصل کرلے پس جس نے پہچان لیا تو پہچان لیا۔اُن میں سے ہر امام کے بارے میں ایک فصل منعقد کی ہے اور ہر فصل کی تین فصلیں ہیں۔ ابن صباغ اس کتاب کی ہر فصل کے شروع میں ہر امام کی مدت امامت کو ذکر تے ہیں اور بتاتے ہیں کہ وہ پہلے امام ہیں یا دوسرے۔ مثلاً حضرت امام علی علیہ السلام کے بارے میں لکھتے ہیں: ’’الفصل الأوّل: فی ذکر امیرالمؤمنین علی بن ابی طالب کرّم اللّٰہ وجھہ ھو الامام الاول۔۔۔‘‘[37] اور امام حسنؑ کے بارے میں لکھتے ہیں: ’’الفصل الثانی: فی ذکر الحسن بن علیّ بن أبی طالب علیھما السلام و ھو الإمام الثانی‘‘[38]

الفصول المھمۃ فی معرفۃ الائمۃ (علیہم السلام) کی پہلی جلد کا نصف حصہ تو امام علی علیہ السلام کے حالات پر مشتمل ہے جس میں امیر المؤمنینؑ کے مفصل حالات ذکر کئے گئے ہیں۔ وہ امام علیؑ کے حالات کے شروع میں لکھتے ہیں: ’’ھو الامام الاوّل...وُلد بمکۃ المشرفۃ بداخل البیت الحرام فی یوم الجمعۃ الثالث عشر من شھر اللہ الاصم رجب

الفرد سنة ثلاثين من عام الفيل و لم يولد فی البيت الحرام قبله احد سواه و هی فضيلة خصه الله تعالی بها اجلالا له و اعلاه و اظهاراً لتکرمته"[39] یعنی: وہ پہلے امام ہیں جو مکہ مشرفہ میں بیت اللہ الحرام کے اندر ۱۳ رجب بروز جمعہ متولد ہوئے ہیں اور اُن سے پہلے کوئی بھی بیت الحرام میں پیدا نہیں ہوا۔اور یہ وہ فضیلت ہے کہ جو اللہ تعالیٰ نے اُن کی کرامت و تجلیل اور عظمت کو ظاہر کرنے کی خاطر اُن کے ساتھ مختص کی ہے۔ ابن صباغ امیر المؤمنین علیہ السلام کی ولادت کا تذکرہ کرنے کے بعد" فی ذکر اُمّ علیٍّ کرّم اللّٰہ وجهه" کے تحت ایک فصل میں امام علیؑ کی والدہ ماجدہ حضرت فاطمہ بنت اسدؓ کے بلند مقام و مرتبے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:" فاطمہ بنت اسد بن ھاشم بن عبد مناف ہیں۔وہ ایمان میں لانے میں سابقین میں سے تھیں۔اُن کا اور ابو طالب (کاسلسلہ نسب) ہاشم سے ملتا ہے جب وہ فوت ہوئیں تو نبی اکرم ﷺ نے اُنہیں اپنی قمیض کا کفن دیا۔۔۔قبر میں اُتارنے سے پہلے خود قبر میں داخل ہوئے اور فرمایا: اللّٰہ الّذی یحیی ویمیت وھو حیٌّ لا یموت ، اللّٰھمّ اغفر لأمّی فاطمه بنت أسد ولقّنها حجّتها ووسّع علیها قبرها بحقّ نبیك محمّد والأنبیاء الّذین من قبلی فإنك أرحم الراحمین۔"یعنی: یہ اللہ تعالیٰ ہی ہے کہ جو زندہ کرتا ہے اور موت دیتا ہے اور خود اُسے موت نہیں آتی۔ پروردگارا! اپنے نبی حضرت محمد ﷺ اور مجھ سے پہلے جو انبیاء تھے،اُن کے واسطے سے میری ماں فاطمہ بنت اسد کو بخش دے اُن کی حجت کو تلقین قرار دے اور اُن کی قبر کو وسعت عطا فرما، بیشک تو رحم کرنے والوں میں سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔[40]

ابن صباغ ایک جدا فصل میں حضرت علی علیہ السلام کے فضائل و مناقب کے بارے میں چند دلچسپ روایات نقل کرتے ہیں۔وہ اس فصل کے شروع میں حضرت علیؑ کے متعلق صحیحین میں منقول پندرہ فضائل ذکر کرنے بعد لکھتے ہیں:اسی لئے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:" من اراد ان ینظر الی ادم فی علمه، و الی نوح فی تقواه و الی ابراهیم فی حلمه، و الی موسی فی هیبته، و الی عیسی فی عبادته، فلینظر الی علی بن ابی طالب(علیه السلام)"۔یعنی جو آدمؑ کو ان کے علم میں نوحؑ کو ان کے تقویٰ میں اور ابراہیمؑ کو ان کے حلم میں، موسیٰؑ کو ان کی ہیبت میں اور عیسیٰؑ کو ان کی عبادت میں دیکھنا چاہتا ہے تو وہ علی ابن ابی طالب کی طرف نظر کرے۔[41] امام علی علیہ السلام کے حالات میں وہ بہت سے فضائل و مناقب ذکر کرتے ہیں جن میں امام علیؑ کا ایمان لانا، نبی اکرم ﷺ کی تربیت میں رہنا، علمی لحاظ سے سب سے بلند مرتبہ ہونا، قضاوت میں سب سے بڑا قاضی ہونا یہاں تک کہ حضرت عمر کو کہنا پڑا:" اللهم لا تبقنی لمعضلة لیس فیها ابوالحسن، و قال مرّة لولا علی لهلك عمر "اسی طرح حضرت علیؑ کا محبوب

خدا ہونا، نبی اکرم ﷺ کا بھائی ہونا، سب سے زیادہ شجاع ہونا، اسی طرح جنگ جمل وصفین کے واقعات کو تفصیل سے ذکر کرتے ہیں۔[42]

الفصول المھمۃ کی پہلی جلد کے آخر میں اختصار کے ساتھ حضرت فاطمہ زہرا (علیہا السلام) کے کچھ مناقب ذکر کئے گئے ہیں۔اسی طرح دوسری فصل (جلد ۲) میں مؤلف باقی ائمہ اثنا عشر کے حالات زندگی اور مناقب ذکر کرتے ہیں اور ہر ایک امام کی تاریخ ولادت، نسب، القاب، کنیت اور اس امام کے متعلق نبی اکرم ﷺ کی مخصوص احادیث نقل کرتے ہیں جن میں ائمہ اطہارؑ کے علم ودانش، زہد وتقوی اور عبادت اور سخاوت کی بحث کی جاتی ہے۔ اسی طرح ہر امام کے چند جملات اور اُن کی زندگی کے اہم واقعات، اولاد کی تعداد، مدت امامت اور شہادت کے موضوعات کو پیش کیا جاتا ہے۔

ائمہ اطہارؑ سے متعلق اہم واقعات اور ابن صباغ

واقعہ غدیر

ابن صباغ واقعہ غدیر خم اور امیر المؤمنین علیہ السلام کی ولایت کو اہل سنت کی بہت سی معتبر کتابوں اور راویوں سے نقل کرتے ہیں۔اسی طرح وہ ولایت امام علیؑ کے بارے میں آیہ مجیدہ سَأَلَ سائِلٌ بِعَذاب واقِع (1:70) کا شان نزول بھی تفصیل سے ذکر کرتے ہیں۔اختصار کے پیش نظر جس کی تفصیل یہاں ذکر نہیں کی جاسکتی قارئین اصل کتاب کی طرف رجوع کر سکتے ہیں۔[43] ابن صباغ مخالفین علی (علیہ السلام) کو باغی سمجھتے ہیں جنہوں نے امام علیؑ کی حکومت پر ناحق خروج کیا ہے ۔وہ خوارج کے بارے میں نبی اکرم (ﷺ) کی پیش گوئی کو نقل کرتے ہیں کہ جس میں آپ ﷺ نے فرمایا ہے: ''یخرج من هذه الامة قوم تحقرون صلاتكم مع صلاتهم و یقرأون القرآن و لایجاوز حناجرهم یمرقون من الدین مروق السهم من الرمیّة۔''[44]

شیعیان علی کی صفات

کتاب کے ایک حصے میں ابن صباغ حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام کے بعض خوبصورت اقوال نقل کرتے ہیں کہ جن میں ایک قول وہ ہے کہ جو امیر المؤمنینؑ نے اپنے مخلص شیعوں کے بارے میں فرمایا ہے۔وہ شیخ مفیدؒ کی کتاب ''ارشاد'' سے یہ روایت نقل کرتے ہیں: ''انّه (علی(علیه السلام)) خرج ذات لیلة من المسجد وكانت قمراء فأمّ الجبانة و لحقه جماعة یقفون اثره، فوقف ثم قال: من انتم؟ قالوا: نحن شیعتك یا امیرالمؤمنین فتفرس فی وجوههم ثم قال: فمالی لا اری علیكم سیماء الشیعة؟ قالوا: و ما سیماء الشیعة یا امیرالمؤمنین؟

قال: صفر الوجوہ من السّھر، حدب الظھور من القیام، عمش العیون من البکاء، خمص البطون من الصیام، ذبل الشفاہ من الدعاء، وعلیھم غبرۃ الخاشعین۔"[45] یعنی: ایک رات آپؑ مسجد سے نکلے چاندنی رات تھی آپ مقام جبانہ کی طرف گئے تو آپ سے کچھ لوگ ملے جو آپ کو تلاش کر رہے تھے۔آپؑ نے فرمایا: تم کون ہو؟انہوں نے جواب دیا: اے امیر المؤمنینؑ ہم آپ کے شیعہ ہیں۔پس آپؑ نے غور سے ان کے چہروں کو دیکھا اور فرمایا: مجھے کیا ہوگیا ہے کہ میں تم میں شیعوں کی علامات نہیں دیکھ رہا۔انھوں نے عرض کی: اے امیر المؤمنینؑ شیعوں کی علامات کیا ہیں؟تو آپؑ نے فرمایا: رات کو بیدار ہونے کی وجہ سے اُن کے چہرے زرد ہوتے ہیں،خوف خدا سے گریہ کی وجہ سے ان کی آنکھوں کی بینائی کمزور، عبادت میں کھڑے رہنے کی وجہ سے اُن کی پشت ٹیڑھی،روزے رکھنے کی وجہ سے اُن کے پیٹ خالی اور دعا کرنے کے سبب اُن کے ہونٹ خشک ہوجاتے ہیں اور ان پر خشوع وخضوع کرنے والوں کا غبار ہوتا ہے۔

واقعہ کربلا اور ابن صباغ

ابن صباغ نے حضرت امام حسین علیہ السلام کے بارے میں بہت سے مناقب وفضائل نقل کئے ہیں اور ساتھ ہی واقعہ کربلا اور شہدائے کربلا کے بارے میں بھی بہت سی اہم باتیں لکھیں ہیں جن سے پتا چلتا ہے کہ ابن صباغ مالکی کی نظر میں امام عالی مقامؑ کا یہ قیام برحق تھا جو اُنھوں نے بعض دنیاپرست اور بے دین لوگوں کے مقابلے کیا تھا۔وہ امام حسین علیہ السلام کے قاتلوں کو لعنت کا مستحق سمجھتے ہیں اور اشقیائے کربلا کے نام کے ساتھ لعنۃ اللہ علیہ کا جملہ لاتے ہیں۔وہ اگرچہ قیام امام حسینؑ کو برحق سمجھتے ہیں اور اُن کے قاتلوں کو عذاب الٰہی کا مستحق قرار دیتے ہیں لیکن شام میں اہل بیتؑ کے اسیروں کے داخل ہونے اور یزید لعین کے سامنے پیش ہونے کے بارے میں جو روایات نقل کرتے ہیں اُن میں دقت نظر کا فقدان نظر آتا ہے۔گویا اُن کے نزدیک یزید امام حسینؑ کے قتل پر راضی نہیں تھا اور وہ اسے اس واقعہ سے بے خبر ثابت کرنے کی سعی کرتے ہیں۔

ہوسکتا ہے ابن صباغ کی کتاب کا یہ حصہ اس لحاظ سے قابل توجیہ ہو کہ وہ ایک ایسے علاقے میں زندگی گزار رہے تھے کہ جس میں ایسے اہل سنت کی اکثریت تھی جو یزید کو مسلمان خلفاء میں سے سمجھتے تھے لہٰذا ابن صباغ نے اپنی جان کی حفاظت کی خاطر اس طرح کا موقف اختیار کیا ہے۔ ابن صباغ کتاب کے اس حصے میں ولادت امام حسین (علیہ السلام) اور آپ کے نسب کے بارے میں چند روایات نقل کرتے ہیں جو نبی اکرم ﷺ سے امام حسین علیہ السلام کے مناقب وفضائل کے بارے میں کتب اہل سنت میں نقل ہوئی ہیں۔مثلاً وہ صحیح بخاری اور ترمذی سے نقل کرتے ہیں کہ "سألہ ابن عمر رجل عن المحرم یقتل الذباب فقال: یا اھل العراق تسألون

عن قتل الذباب و قد قتلتم الحسین ابن رسول اللہ(صلی اللہ علیہ و آلہ)و ذکر الحدیث و فی آخرہ: ھما الحسن و الحسین سیدا شباب اھل الجنۃ"۔[46] یعنی: کسی نے ابن عمر سے حالت احرام میں کسی مکھی کو مارنے والے کے بارے میں پوچھا تو اُنھوں نے جواب میں کہا: اے اہل عراق! تم مکھی کے مارنے کا حکم تو پوچھتے ہو جبکہ رسول اللہؐ کے بیٹے حسین کو قتل کرتے ہو اور پھر نبی اکرم ﷺ کی ایک حدیث ذکر کرتے ہیں کہ جس کا آخری جملہ یہ ہے کہ وہ دونوں (حسن و حسین) جنتی جوانوں کے سردار ہیں۔[47]

ابن صباغ امام حسین علیہ السلام کے قیام اور واقعہ کربلا کو امیر شام کی موت اور ولید بن عتبہ بن ابی سفیان کی طرف سے بیعت طلب کرنے سے شروع کرتے ہیں اور امام حسینؑ کی مدینہ سے مکہ کی طرف ہجرت کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں: " ولمّا خرج الحسین من المدینہ إلی مکّہ لقیہ عبد اللّٰہ بن مطیع فقال لہ: جعلت فداك أین ترید؟ قال: أمّا الآن فمکہ، وأمّا بعد [ھا فإنّی] أستخیر اللّٰہ تعالی، فقال: خار اللّٰہ لك وجعلنا فداك، فإذا [أنت] أتیت مکّہ فإیاك أن تقرب الکوفہ فإنّھا بلدہ مشؤومہ، بھا قُتل أبوك وخُذل أخوك [واغتیل بطعنہ کانت تأتی علی نفسہ] والزم الحرم فإنك سیّد العرب ولا یعدل بك [واللّٰہ] أھل الحجاز أحدا ویتداعی إلیك الناس من کلّ جانب، لا تفارق الحرم فداك عمّی وخالی، فواللّٰہ لئن ھلکت لنُسترقّنّ بعدك۔"

یعنی: جب امام حسینؑ مدینہ سے مکہ کی طرف جانے لگے تو عبد اللہ بن مطیع سے ملاقات ہوئی، اس نے امام (علیہ السلام) سے پوچھا، کہاں کا ارادہ ہے؟ امامؑ نے فرمایا: فی الحال مکہ کی طرف جا رہا ہوں۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ سے طلب خیر چاہوں گا۔ (ابن مطیع) نے کہا: اللہ تعالیٰ آپ کے لئے خیر ہی مقدر فرمائے اور ہمیں آپ پر قربان کرے۔ پس جب آپ مکہ پہنچ جائیں تو کوفہ کی طرف جانے سے اجتناب کریں۔ وہ بہت ہی بُرا شہر ہے، وہاں آپ کے والد گرامی کو قتل اور آپ کے بھائی سے ذلت آمیز سلوک کیا گیا ہے۔ آپ مسجد الحرام سے باہر نہ نکلیں، آپ عرب کے سید و سردار ہیں، حجاز والوں میں سے کوئی بھی آپ کے برابر نہیں۔ میں آپ پر قربان جاؤں، حرم کو نہ چھوڑیں۔ اللہ کی قسم! اگر آپ قتل ہوگئے تو ہمیں غلام بنا دیا جائے گا۔"[48]

امام حسینؑ کا سیاسی و اجتماعی مقام

اس کے بعد وہ امام حسین علیہ السلام کے اجتماعی و سیاسی مقام و منزلت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں: " فأقبل الحسین حتّی دخل مکّہ المشرّفہ ونزل بھا وأھلھا یختلفون إلیہ ویأتونہ وکذلك مَن بھا من المجاورین والحاجّ والمعتمرین من سائر أھل الآفاق ۔ وابن الزبیر أیضا قد نزل بھا ولزم جانب الکعبہ، ولم یزل قائما

يصلّي عندها عامّه النهار ويطوف جانبا من الليل ، ومع ذلك يأتي الحسين ويجلس إليه وقد ثقلت وطأه الحسين على ابن الزبير ، لأنّ أهل الحجاز لا يبايعونه مادام الحسين بالبلد ، ولا يتهيّأ له مايطلب منهم مع وجود الحسين ۔" یعنی ؛جب امام حسین علیہ السلام مکہ پہنچے تو اہل مکہ اور تمام اسلامی علاقوں سے مکہ آئے ہوئے حجاج ہر دن امام علیہ السلام کے پاس آنے لگے ۔ابن زبیر بھی ان دنوں مکہ میں قیام پذیر تھے لہٰذا یہ بات اُن کو بہت ناگوار گزری کیونکہ امام حسین بن علیؑ کے ہوتے ہوئے کوئی ان کی اعتنا نہیں کرتا تھا اور اہل حجاز میں سے کوئی بھی امام حسین کے ہوتے ہوئے ان کی بیعت نہ کرتا۔[49]

امام حسینؑ کی شجاعت

اس کے بعد ابن صباغ امام حسین (علیہ السلام) کی بہادری اور شجاعت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں: " إنّ الحسين عليه السلام لمّا قصد العراق وشارف الكوفه سمع به أميرها عبيد الله بن زياد لعنه الله ، فسيّب الجنود لمقاتلته إسرأبا وحزّب الجيوش لمحاربته أحزابا ، وجهّز إليه من العساكر عشرين ألف مقاتل ، مابين فارس وراجل ، فأحدقوا به شاكّين في كثره العدد والعديد ، ملتمسين منه نزوله على حكم بن زياد وبيعته ليزيد ، فإن أبي ذلك فليؤذن بقتال يقطع الوتين وحبل الوريد ، ويصعد بالأرواح إلى المحلّ الأعلى ويطرح الأشباح على الصعيد ، فتبعت نفسه الأبيّه جدّها وأباها ، وعزفت عن ارتكاب الدنيّه فأباها ، ونادته النخوه الهاشميه فلبّاها ومنحها بالإجابه إلى مجانبه " یعنی ؛" جب امام حسینؑ عراق کی جانب گئے اور کوفہ کے نزدیک پہنچے تو عبید اللہ بن زیاد لعنۃ اللہ علیہ نے اُن کے ساتھ جنگ کے لئے ایک بڑی فوج تیار کرلی جس میں پیادہ اور سوار فوجیوں کی تعداد تقریباً بیس ہزار تھی ،اُنھوں نے امام علیہ السلام کا محاصرہ کرلیا اور اُن سے کہا کہ وہ ابن زیاد کے حکم سے یزید کی بیعت کریں ورنہ انسانوں کی شہ رگ کاٹنے والی جنگ کے لئے تیار ہو جائیں ۔اس وقت (امام عالی مقام) نے اپنے جد اور والد گرامی کی بلند مرتبہ اور ذلت ناپذیر روح کی پیروی کرتے ہوئے ذلت قبول کرنے سے انکار کردیا اور ہاشمی شجاعت کا مظاہرہ کرتے ہوئے پست وذلیل لوگوں جیسا کام کرنے سے انکار کرتے ہوئے مشکلات پر صبر کرنے کو انتخاب کرلیا۔[50]

۳۔امام حسینؑ کا کرم اور جود وسخاوت

مذکورہ بالا عناوین کے علاوہ ابن صباغ واقعہ کربلا کے دوسرے اہم عناوین کے بارے میں بھی شیعہ سنی منابع سے تفصیلات پیش کرتے ہیں ۔مثلاً وہ امام حسین علیہ السلام کے کرم اور جود وسخاوت کے عنوان سے بھی امام عالی

مقامؑ کی سخاوت، مہمان نوازی، یتیم نوازی اور غریب پروری کا ذکر کرتے ہوئے ایک جگہ لکھتے ہیں: ”قال أنس: كنت عند الحسين عليه السلام فدخلت عليه جاريه بيدها بطاقه ريحان]فحيّته بها] فقال [لها] : أنت حرّة لوجه اللّه تعالى [وبهر أنس فانصرف يقول]فقلت له : جاريه تحيّيك بطاقه ريحان لا حظّ لها ولا بال فتعتقها؟! فقال : [كذا أدّبنا اللّه]أما سمعت قوله تعالى ''وَإِذَا حُيِّيتُم بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّواْ بِأَحۡسَنَ مِنۡهَآ ''(86:4)وكان أحسن منها عتقها ''۔[51] یعنی: انس بن مالک کہتے ہیں میں امام حسین علیہ السلام کے پاس تھا کہ اچانک اُن کے پاس ایک کنیز آئی جس کے ہاتھ میں پھولوں کا ایک گل دستہ تھا جو اس نے تحفہ کے طور پر حضرت کی خدمت میں پیش کیا۔امام علیہ السلام نے اُسے کہا: میں نے تجھے راہ خدا میں آزاد کیا۔انس نے کہا میں نے عرض کی یا بن رسول اللہ اس کنیز نے ایک معمولی سا گل دستہ آپ کی خدمت میں پیش کیا اور آپ نے اسے آزاد کر دیا ہے؟امامؑ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ”اگر تم کو کوئی چیز تحفہ کے طور پر پیش کی جائے تو تم اس سے بہتر پیش کرو“ لہٰذا اس گل دستہ کا عوض اس سے بہتر یہی تھا کہ میں اسے آزاد کر دوں۔

اس کے بعد ابن صباغ ایک فصل میں ” فی ذکر شیء من محاسن كلامه وبديع نظامه “کے عنوان کے تحت امام علیہ السلام کے کلام اور اشعار سے کچھ انتخاب پیش کرتے ہیں۔جس کے بعد عراق کے سفر کا تذکرہ کرتے ہیں کہ جس میں وہ اہل کوفہ کے امام حسینؑ کو دعوت پر مبنی خطوط کا تذکرہ کرتے ہیں اور پھر واقعہ کربلا کی جزئیات مختلف کتب مقتل کے حوالوں کے ساتھ ذکر کرتے ہیں۔اصحاب امام علیہ السلام کی شہادت کے واقعات کے بعد آخر میں خاندان اہل بیتؑ کے اسیروں کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔[52] جن میں سے بعض ذکر شدہ واقعات تاریخی لحاظ سے قابل نقد ہیں کہ جنکی طرف بعض محققین نے اشارہ کیا ہے۔[53]

عقیدہ مہدویت اور ابن صباغ

عقیدہ مہدویت کے بارے میں ابن صباغ کا عقیدہ شیعہ سے ملتا جلتا ہے۔وہ امام مہدی علیہ السلام کے بارے میں اپنے کلام کا آغاز یوں کرتے ہیں: ”قال صاحب الارشاد الشيخ المفيد ابوعبدالله محمد بن محمد بن النعمان رحمه الله تعالى، و كان الامام بعد ابى محمد الحسن ابنه محمداً (المسمى باسم رسول الله(صلى الله عليه و آله) المكنّى بكنيته) و لم يخلف ابوه ولداً غيره ظاهراً و لا باطناً و خلفه ابوه غائباً مستتراً بالمدينة و كان سنه عند وفاة ابيه خمس سنين آتاه الله تعالى فيها الحكمة (و فصل الخطاب، و جعله آية للعالمين) كما آتاها يحيى صبيا و جعله اماماً فى حال الطفوليه كما جعل عيسى بن مريم فى المهد نبياً و قد سبق النص عليه فى ملة

الاسلام من نبی الھدی ثم من جدہ علی بن ابی طالب و من بقیۃ آبائہ اھل الشرف و المراتب۔"[54]
یعنی: مؤلف الارشاد، شیخ مفید ابو عبداللہ محمد بن محمد بن النعمان کہتے ہیں: " ابو محمد (امام حسن عسکریؑ) کے بعد ان کے فرزند محمد امام ہیں جو رسول اللہ ﷺ کے ہم نام اور ہم کنیت ہیں، اور ان کے علاوہ ان کے والد گرامی نے ظاہر و باطن میں کوئی اور اولاد نہیں چھوڑی اور انہیں بھی مدینہ میں پوشیدہ اور غایب چھوڑا ہے۔ وہ اپنے والد گرامی کی وفات کے وقت پانچ سال کے تھے اور اسی عمر میں اللہ تعالیٰ نے اُنہیں حق و باطل کو جدا کرنے کی حکمت اور فصل خطاب عطا کیا اور آپؑ کو عالمین کے لئے آیت ونشانی قرار دیا، حکمت و دانائی عطا کی جیسا کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام کو بچپن میں دی تھی۔ اور اُنہیں بچپن میں امام بنایا جس طرح حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کو گہوارے میں نبی قرار دیا تھا۔ اور آپ کی ولادت پندرہ شعبان کی رات ۲۵۵ھ میں ہوئی۔ ملت اسلام میں آپؑ کے لئے نبی ہادی ﷺ کی طرف سے پھر امیر المؤمنین علیہ السلام کی طرف سے اور اُن کے تمام باشرف وفضیلت اجداد کی طرف سے نص آچکی ہے یعنی تمام ائمہ اطہار نے اُن کی امامت کی تصریح کی ہے۔" اس کے بعد ابن صباغ امام زمان علیہ السلاکے ظہور کے حتمی ہونے کے بارے میں شیعہ و سنی منابع سے نبی اکرم ﷺ اور دوسرے ائمہ اطہار علیہم السلام کی احادیث نقل کرتے ہیں۔[55]

نتیجہ

ابن صباغ کی کتاب "الفصول المہمہ فی معرفۃ الائمہ" اہل بیت اطہار علیہم السلام سے عقیدت و محبت کا ایک ایسا مجموعہ ہے کہ جس میں اہل سنت عقائد کی حفاظت کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کی سنت اور فرامین کی روشنی میں اہل تشیع کے ائمہ کا تعارف کرایا گیا ہے اور قرآن اور فرامین رسول ﷺ کی پیروی کرتے ہوئے اپنے قارئین کو اہل بیت علیہم السلام سے تمسک کرنے کی تاکید کی گئی ہے۔ یہ کتاب اسی موضوع پر لکھی گئی ہے۔ یہ کتاب اہل سنت علماء کی دوسری بہت سی کتابوں کی طرح ملت اسلامیہ کا ایک ایسا قیمتی علمی سرمایہ ہے جو مسلمین کے درمیان وحدت و یکجہتی کی بنیاد بن سکتی ہیں اور قرآن واہل بیت علیہم السلام کے ساتھ تمسک کی بنیادیں فراہم کر سکتی ہیں۔

*****

حوالہ جات

1۔ سفاقس افریقی شہروں میں سے ایک شہر کا نام ہے جو زیتون کی کاشت کی وجہ سے مشہور ہے۔ دیکھئے: یاقوت الحموی، معجم البلدان، ج 3 (بیروت، دار احیاء التراث العربی، ...) 223۔

2۔ عمر رضا، کحالۃ، معجم المؤلفین تراجم مصنفی الکتب العربیہ، ج7 (بیروت، دار احیاء التراث العربی، ...) 178۔
3۔ محمد بن عبدالرحمٰن، السخاوی، الضوء اللامع لاہل القرن التاسع، ج5 (بیروت، منشورات دار مکتبۃ الحیاۃ، ...) 283۔
4۔ زبّارہ، محمد، نشر العرف، ج2 (القاہرہ، ...، 1376ھ) 412، 427۔
5۔ حاجی خلیفہ، کشف الظنون عن اسامی الکتب والفنون، ج2 (بیروت، دار احیاء التراث العربی، ...) 1271۔
6۔ سید حامد حسین، موسوی، خلاصۃ عبقات الانوار، ج8، تلخیص المیلانی (قم، مؤسسۃ البعثۃ، 1406ھ) 249-251۔
7۔ علی بن برہان الدین حلبی، انسان العیون فی سیرۃ الامین المأمون (ﷺ) المعروف بالسیرۃ الحلبیۃ. بحوالہ حاجی خلیفہ، کشف الظنون، ج1، (...) 18۔
8۔ نورالدین علی بن عبداللہ السمہودی، جواہر العقدین فی فضل الشرفین، شرف العلم الجلی والنسب العلی وفاء الوفا (ندارد، باخبار دار المصطفیٰ، ...) 234۔
9۔ السخاوی، محمد بن عبدالرحمٰن، الضوء اللامع لاہل القرن التاسع، ج5 (بیروت، منشورات دار مکتبۃ الحیاۃ، ...) 283۔
10۔ ابن صباغ، علی بن محمد، الفصول المہمۃ فی معرفۃ الائمہ علیہم السلام، تحقیق سامی الغریری، ج1 (قم، دار الحدیث، 1380 ش) 19۔
11۔ ایضاً، مقدمہ کتاب ج1، ص20۔
12۔ ایضاً، مقدمہ کتاب، ج2، ص54۔
13۔ ایضاً، ج1، ص23۔
14۔ رجوع کیجئے بحار الانوار، ج1، ص24، ج35، ص179 و405، ج36، ص39، ج38، ص253، ج30، ص997۔
15۔ دیکھئے: الغدیر، ج1، ص6 و26 و32 و43 و46۔
16۔ دیکھئے مقدمہ کتاب جدید طبع "الفصول المہمۃ فی معرفۃ الائمہؑ" تحقیق و توضیحات؛ سامی الغریری (...، انتشارات دار الحدیث، 1380ھ، ش) ندارد۔
17۔ ابن صباغ، الفصول المہمہ، ج1، ص105۔
18۔ ایضاً، الفصول المہمہ، ج1، ص105، 107۔
19۔ شیخ سلیمان قندوزی حنفی، کتاب ینابیع المودۃ، ص330، اشاعت قم، طبع اوّل 1371 ش، شبلنجی، کتاب نورالابصار، ص139، اشاعت 1290ھ، الفصول المہمہ ج1، ص107، 105۔
20۔ ابن صباغ، الفصول المہمہ، ج2، ص736۔
21۔ ابن صباغ، الفصول المہمہ ج2، ص727۔
22۔ ابن عساکر، ترجمۃ الامام الحسن (علیہ السلام)، تحقیق محمد باقر محمودی (بیروت، مؤسسۃ المحمودی، 1400ھ) 179؛ ذہبی، سیر اعلام النبلاء، ج3، ص269؛ مجلسی، بحار الانوار ج44، ص48۔
23۔ تفصیل کے لئے دیکھئے: حسین عبدالمحمدی، نقد و ارزیابی کتاب الفصول المہمۃ فی معرفۃ الائمۃ علیہم السلام، تاریخ در آیینہ پژوہش 1382 شمارہ 3۔
مزید تحقیق کے لئے اس قصے کے رد میں لکھی گئی کتب کی طرف رجوع کیجئے:
i۔ افحام الاعداء والخصوم فی نفی عقد ام کلثوم، تألیف ناصر حسین بن امیر حامد حسین

ii۔ تزویج ام کلثوم بنت امیر المؤمنین وانکارُ وُقوعہ (اثبات عدمہ)» اثر شیخ محمد جواد بلاغی

iii۔ ردّ الخوارج فی جواب ردّ الشیعہ، زبان اردو مطبوعہ لاہور

iv۔ رسالۃ فی تزویج عمر باُمّ کلثوم بنت علی (ع) تالیف: شیخ سلیمان بن عبداللہ ماحوزی

v۔ العجالۃ المفحمۃ فی ابطال روایہ نکاح ام کلثوم، از سید مصطفیٰ دلدار علی النقوی

vi۔ قول محتوم فی عقد ام کلثوم، تالیف سید کرامت علی ہندی

vii۔ کنز مکتوم فی حل عقد ام کلثوم، تالیف: سید علی اظہر الہندی۔

viii۔ فی خبر تزویج ام کلثوم من عمر، تألیف سید علی میلانی

24۔ تفصیل کے لئے دیکھئے: حسین عبدالمحمدی، نقد وارزیابی کتاب الفصول المہمۃ فی معرفۃ الائمۃ (علیہم السلام)، تاریخ در آیینہ پژوہش 1382 شمارہ 3۔

25۔ ابن صباغ، الفصول المہمہ ج1، ص141۔

26۔ ایضاً، ج1، ص141۔

27۔ ایضاً، ج1، ص141۔

28۔ ایضاً، ج1، ص141۔

29۔ ایضاً، ج1، ص144۔

30۔ ایضاً، ج1، ص141، بحوالہ سمہودی، جواہر العقدین، ج 2/ 273، واخرجہ الدیلمی فی الفردوس بمأثور الخطاب: ج2 /144، ابن حجر عسقلانی الصواعق المحرقہ 176۔

31۔ الدیلمی فی مسند الفردوس، ج1 / 52، الرقم: 135۔

32۔ اخرجہ الترمذی فی السنن، کتاب: المناقب عن رسول اللہ ﷺ، باب: فضل فاطمۃ بنت محمد ﷺ، 5/ 699، الرقم: 3870، وابن ماجۃ فی السنن، المقدمۃ، باب: فضل الحسن والحسین ابنَی عَلِیّ بْنِ اَبِی طالبٍ رضی اللہ عنہم، 1 /52، الرقم: 145، والحاکم فی المستدرک، 3 /161، الرقم: 4714، والطبرانی فی المعجم الأوسط، 5 / 182، الرقم: 5015، وفی المعجم الکبیر، 3 / 40، الرقم: 2620۔

33۔ تفسیر البغوی، ج1، ص113۔161۔

34۔ ابن صباغ، الفصول المہمہ، ج2، ص763۔

35۔ اصول کافی ج1، ص177۔

36۔ ابن صباغ، الفصول المہمہ ج1، ص71۔93۔

37۔ ایضاً، ج1، ص167۔

38۔ ایضاً، ج2، ص685۔

39۔ ایضاً ج1، ص167۔171۔

40۔ ایضاً، ج1، ص178۔

41۔ ایضاً، ج1، ص571۔

42۔ ایضاً ج 1، ص 163۔205۔

43۔ ابن صباغ، الفصول المہمہ ج 1، ص 241۔

44۔ ایضاً، ج 1، ص 534۔

45۔ ایضاً، ج 1، س 549، بحوالہ شیخ المفید، الارشاد، : ج 1 / 237۔

46۔ ابن صباغ، الفصول المہمہ، ج 2، ص 759۔

47۔ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي يَعْقُوبَ، سَمِعْتُ ابْنَ أَبِي نُعْمٍ، سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ، وَسَأَلَهُ عَنِ الْمُحْرِمِ قَالَ: شُعْبَةُ أَحْسِبُهُ يَقْتُلُ الذُّبَابَ، فَقَالَ: أَهْلُ الْعِرَاقِ يَسْأَلُونَ عَنِ الذُّبَابِ، وَقَدْ قَتَلُوا ابْنَ ابْنَةِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: هُمَا رَيْحَانَتَايَ مِنَ الدُّنْيَا۔ صحیح البخاری کتاب اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم باب مناقب الحسن والحسین رضی اللہ عنہما حدیث رقم 3576، (ترمذی شریف مترجم ج 2، مترجم مولانا بدیع الزمان (...، ناشر ضیا احسان بلشرز، ...) 698۔

48۔ ابن صباغ، الفصول المہمہ، ج 2، ص 785۔

49۔ ایضاً، ج 2، ص 786۔

50۔ ایضاً، ج 2، ص 766۔

51۔ ابن صباغ، الفصول المہمہ ج 2، ص 768، کشف الغمّہ للاربلی : ج 2 / 31، بحار الانوار : ج 44 / 195، العاملی، محسن الامین، اعیان الشیعہ : ج 4/104۔

52۔ ابن صباغ، الفصول المہمہ، ج 2، ص 786، 787۔

53۔ حسین عبد المحمدی، نقد وارزیابی کتاب الفصول المہمۃ فی معرفۃ الائمۃ علیہم السلام، تاریخ در آیینہ پژوہش 1382 شمارہ 3۔

54۔ ابن صباغ الفصول المہمہ، ج 2، ص 1097، 1096، مفید، الارشاد، ج ص 237۔

55۔ تفصیل کے لئے دیکھئے: الفصول المہمہ، ج 2، ص 1113، 1100۔

کتاب

1) قوت الحموی، معجم البلدان، بیروت، دار احیاء الثرات العربی،....۔

2) عمر رضا، کحالۃ، معجم المؤلفین تراجم مصنفی الکتب العربیہ، بیروت، دار احیاء التراث العربی،....۔

3) محمد بن عبد الرحمٰن، السخاوی، الضوء اللامع لاہل القرن التاسع، بیروت، منشورات دار مکتبۃ الحیاۃ...۔

4) زبّارہ، محمد، نشر العرف، القاہر، ...، 1376ھ۔

5) حاجی خلیفہ، کشف الظنون عن اسامی الکتب والفنون، بیروت، دار احیاء التراث العربی،....۔

6) سید حامد حسین، موسوی، خلاصۃ عبقات الانوار، تلخیص المیلانی، قم، مؤسسۃ البعثۃ، 1406ھ۔

7) علی بن برہان الدین حلبی، انسان العیون فی سیرۃ الامین المأمون (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) المعروف بالسیرۃ الحلبیۃ. بحوالہ حاجی خلیفہ، کشف الظنون۔

8) نور الدین علی بن عبداللہ السمہودی، جواہر العقدین فی فضل الشرفین، شرف العلم الجلی والنسب العلی وفاء الوفا،...، باخبار دار المصطفیٰ۔

9) السخاوی، محمد بن عبدالرحمٰن، الضوء اللامع لاہل القرن التاسع، بیروت، منشورات دار مکتبۃ الحیاۃ۔

10) ابن صباغ، علی بن محمد، الفصول المہمۃ فی معرفۃ الائمہ علیہم السلام، تحقیق سامی الغریری، قم، دار الحدیث، 1380 ش۔

11) بحار الانوار، ج 1، ص 24، ج 35، ص 179 و 405، ج 36، ص 39، ج 38، ص 253، ج 30، ص 997۔

12) الغدیر، ج 1، ص 6 و 26 و 32 و 43 و 46 ۔

13) مقدمہ کتاب جدید طبع "الفصول المہمۃ فی معرفۃ الائمہؑ" تحقیق و توضیحات؛ سامی الغریری،...، انتشارات دار الحدیث، 1380 ھ، ش۔

14) شیخ سلیمان قندوزی حنفی، کتاب ینابیع المودۃ، اشاعت قم، طبع اوّل 1371 ش، شبلنجی، کتاب نور الابصار، ص 139، اشاعت 1290 ھ، الفصول المہمہ ۔

15) ابن عساکر، ترجمۃ الامام الحسن (علیہ السلام)، تحقیق محمد باقر محمودی، بیروت، مؤسسۃ المحمودی، 1400 ھ۔؛ ذہبی، سیر اعلام النبلاء،؛ مجلسی، بحار الانوار۔

16) حسین عبدالمحمدی، نقد وارزیابی کتاب الفصول المہمۃ فی معرفۃ الائمۃ علیہم السلام، تاریخ در آیینہ پژوہش 1382 شمارہ 3

17) حسین عبدالمحمدی، نقد وارزیابی کتاب الفصول المہمۃ فی معرفۃ الائمۃ (علیہم السلام)، تاریخ در آیینہ پژوہش 1382 شمارہ 3۔

18) ایضاً، ج 1، ص 141، بحوالہ سمہودی، جواہر العقدین، ج 2/ 273، واخرجہ الدیلمی فی الفردوس بمأثور الخطاب : ج 2 /144، ابن حجر عسقلانی الصواعق المحرقۃ 176۔

19) الدیلمی فی مسند الفردوس، ج 1 / 52، الرقم: 135۔

20) اخرجہ الترمذی فی السنن، کتاب: المناقب عن رسول اللہ ﷺ، باب: فضل فاطمۃ بنت محمد ﷺ، 5/ 699، الرقم: 3870، وابن ماجۃ فی السنن، المقدمۃ، باب: فضل الحسن والحسین ابنَی عَلِیِّ بْنِ اِبی طالِبٍ رضی اللہ عنہم، 1 /52، الرقم: 145، والحاکم فی المستدرک، 3 /161، الرقم: 4714، والطبرانی فی المعجم الأوسط، 5 / 182، الرقم: 5015، وفی المعجم الکبیر، 3 / 40، الرقم: 2620۔

21) صحیح البخاری کتاب اِصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم باب مناقب الحسن والحسین رضی اللہ عنہما حدیث رقم 3576، (ترمذی شریف مترجم، مترجم مولانا بدیع الزمان،...، ناشر ضیا احسان بلشرز،...۔

22) ابن صباغ، الفصول المہمہ ج 2، ص 768، کشف الغمّۃ للاربلی : ج 2 /31، بحار الأنوار: ج 44 /195، العاملی، محسن الأمین، اِعیان الشیعہ: ج 4/104۔

23) حسین عبدالمحمدی، نقد وارزیابی کتاب الفصول المہمۃ فی معرفۃ الائمۃ علیہم السلام، تاریخ در آیینہ پژوہش 1382 شمارہ 3۔